ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ
۷ر اکتوبر ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اُمَّ الرُّبَیِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَھِیَ اُمُّ حَارِثَۃَ ابْنِ سُرَاقَۃَ، اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَۃَ، وَکَانَ فِی الْجَنَّۃِ صَبَرْتُ، وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ اجْتَھَدْتُ عَلَیْہِ فِی الْبُکَاءِ؟ فَقَالَ یَا اُمَّ حَارِثَۃَ اِنَّھَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ ابْنَکِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ام ربیع بنت براء اور یہ ام حارثہ بنت سراقہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھ سے حارثہ کے متعلق کچھ نہ فرمائیں گے اور یہ بدر کے روز شہید ہو گئے تھے۔ پس اگر وہ جنت میں ہوں میں صبر کروں اور اگر کچھ اس کے علاوہ بات ہو تو میں رو دھو کر دل کے ارمان نکال لوں آپ نے فرمایا کہ اے ام حارثہؓ، جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تیرے بیٹے نے فردوس کو جو جنت کا اعلیٰ درجہ ہے، حاصل کیا ہے (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

٭ ٭ ٭

وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: جِیْءَ بِاَبِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مُثِّلَ بِہٖ فَوُضِعَ بَیْنَ یَدَیْہِ، فَذَھَبْتُ اَکْشِفُ عَنْ وَجْھِہٖ فَنَھَانِیْ قَوْمِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَا زَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُظِلُّہٗ بِاَجْنِحَتِھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرے والد کو لایا گیا جن کے ساتھ مثلہ کیا گیا تھا اور نعش آپ کے سامنے رکھ دی گئی۔ میں ان کا چہرہ کھولنے لگا تو میری قوم نے مجھے منع کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برابر فرشتے (تمہارے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام) پر پروں سے سایہ کرتے رہے۔ (بخاری و مسلم)

٭ ٭ ٭

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ سَاَلَ اللّٰہَ تَعَالٰی الشَّھَادَۃَ بِصِدْقٍ بَلَّغَہُ اللّٰہُ مَنَازِلَ الشُّھَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی صدق دل سے شہادت کی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے درجات تک پہنچا دیتا ہے۔ اگرچہ وہ بستر پر ہی کیوں نہ مرا ہو۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

٭ ٭

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الشَّھَادَۃَ صَادِقًا اُعْطِیَھَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْہُ "رَوَاہُ مُسْلِمٌ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہوتا ہے اس کو شہادت کا درجہ مل جاتا ہے۔ اگرچہ وہ شہید نہ ہوا ہو (مسلم)

٭ ٭

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَا یَجِدُ الشَّھِیْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا کَمَا یَجِدُ اَحَدُکُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَۃِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید ہونے والا شخص قتل کی تکلیف محسوس نہیں کرتا، مگر جیسے تم میں سے کوئی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

٭ ٭ ٭

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِہِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْھَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ: "اَیُّھَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" ثُمَّ قَالَ۔ اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

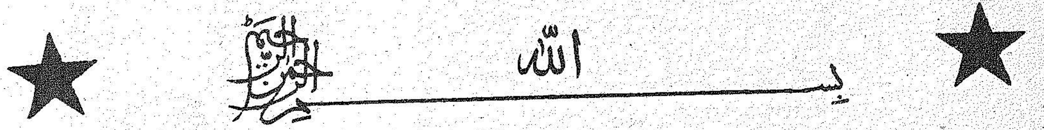
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے مقابلہ پر تھے، اور سورج غروب ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! دشمن سے ملاقات (مقابلہ) کرنے کی آرزو نہ کرو بلکہ اللہ رب العزت سے عافیت کی دعا مانگو، لیکن اگر (دشمن سے) مقابلہ ہو جائے تو جمے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کتاب کو نازل کرنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور جماعتوں کو شکست دینے والے ان کو شکست عطا فرما اور ہم کو ان پر غالب کر (بخاری و مسلم)

٭ ٭

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ "مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے واسطے خیر مضمر ہے (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے

٭ ٭ ٭



ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلی فون
٦٧٥٤٥

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ١٢ | ٢١ رجمادی الثانی ١٣٨٦ھ مطابق ٧ راکتوبر ١٩٦٦ء | شمارہ ٢١

خدا کے حضور جوابدہی کا تصوّر

ملک امیر محمد خاں ساڑھے پانچ سال تک گورنری کے فرائض کامیابی سے انجام دینے کے بعد کالا باغ پہنچ کر اپنے نجی کاموں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ انہوں نے فی الواقع گورنری کی ہے ـــــ وہ انسان تھے اور ان سے بتقاضائے بشریت بعض ایسی باتیں بھی سرزد ہوئیں جنہیں عوام نے ناپسند کیا لیکن یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی ثقافت کے شیدا اور بعض اسلامی روایات اور ملی و اسلامی غیرت و حمیت کے چلتے پھرتے نمونے تھے۔ جن باتوں پر تنقید ناگزیر تھی اُن کے دورِ اقتدار میں "خدام الدین" نے کبھی انہیں نظر انداز نہیں کیا اور ان کا جو پہلو قابلِ ستائش تھا اُس کے اظہار میں بھی کبھی بخل نہیں برتا۔ مگر اب جبکہ وہ اپنا عہدِ اقتدار ختم کر کے رخصت ہو چکے ہیں ہم اُن کے حق میں کلمۂ خیر کے علاوہ کچھ اور کہنا کم ظرفی کی علامت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اچھے کاموں کی جزائے خیر عطا فرمائے اور اُن سے جو لغزشیں ہوئی ہیں انہیں معاف فرمائے۔ آمین!

ملک صاحب موصوف کی جگہ جنرل موسیٰ تشریف لائے ہیں۔ وہ فوجی جرنیل اور گذشتہ ستمبر میں ہونے والی سترہ روزہ جنگ کے ہیرو کی حیثیت سے جانے پہچانے آدمی ہیں اور پاکستانی عوام کے دلوں میں اُن کے لئے بے حد احترام ہے۔ لیکن سول ایڈمنسٹریشن میں وہ نو وارد ہیں صدر مملکت کی طرف سے انہیں پانچ کروڑ انسانوں کی حاکمیت کا منصب تفویض کیا گیا ہے اور اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیسے حاکم ثابت ہوں گے؟ مگر بحیثیت گورنر مغربی پاکستان ان کی ابتدائی گفتگو اور بیانات بڑے وزنی ہیں۔ انہوں نے برملا طور پر کہا ہے:-

"مجھے اس کا احساس ہے۔ کہ گورنری ایک کٹھن اور زبردست ذمہ داریوں کا کام ہے۔ ایک انسان کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض انجام دینے کے لئے حتی الوسع کوشش کروں گا اور اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا ـــــ نتائج خدا کے اختیار میں ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر ارادے نیک اور پُر خلوص ہوں اور انسان مقدور بھر کوشش کرے تو خدا ہمیشہ اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔ اور اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ میں پاکستان کے ایک سچے خادم کی حیثیت سے اپنے آپ کو نہ صرف پاکستان کے عوام بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال پر جواب دہ سمجھتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے فرائض کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ میں اپنا فرض ادا کرتے وقت ذہن میں رکھوں گا کہ مجھے روزِ حشر خالقِ برتر کے سامنے جوابدہ ہونا ہوگا"۔

"خدام الدین" کے یہ کالم گواہ ہیں کہ وہ اس سے پہلے کئی مرتبہ اس حقیقت کا احساس دلا چکا ہے کہ تمام معاشرتی برائیوں اور انتظامیہ کی ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ عوام اور حکام سب کے دلوں سے خوفِ خدا اٹھ چکا ہے اور وہ اس تصور سے بے نیاز ہو چکے ہیں کہ ہمیں خدا کے حضور اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہونا ہے ـــــ اگر معاشرہ میں خوفِ خدا کا تصور جڑ پکڑ جاتے اور بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب یہ سمجھنے لگ جاتیں کہ ہمیں اپنے ہر ہر عمل کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہونا پڑے گا تو ملکی نظم ونسق کی ابتری، بے وسیلہ عوام کی حصولِ انصاف سے محرومی، رشوت ستانی، چوری، ڈاکہ زنی، بلیک مارکیٹنگ، سمگلنگ، اغوا اور قتل کی وارداتیں اور دیگر تمام برائیاں اور خباثتیں آنِ واحد میں ختم ہو سکتی ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے نئے گورنر نے اسی جڑ پر ہاتھ رکھا ہے ـــــ اور اپنے عہدِ اقتدار کی ابتدا اس اعلانِ جانفزا سے کی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے ہر عمل کے لئے خدائے بزرگ و برتر کے سامنے جوابدہ سمجھیں گے ـــــ

ہمارے خیال میں کوئی بھی حکمران اس سے بڑی ضمانت اپنے ماتحت عوام کو نہیں دے سکتا۔ اور اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنرل موصوف کو صوبے سے تمام برائیاں دُور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ساتھ ہی عوام و حکام کے دلوں میں خوفِ خدا کی آبیاری کی توفیق دے۔ آمین!

دعائے صحت

محترم المقام ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین کئی دنوں سے سخت بیمار ہیں اور اب شدید یرقان کے عارضہ میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے وہ دفتر بھی تشریف نہیں لا رہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ان کے لئے شفائے کاملہ و عاجلہ کی دعا فرمائیں۔

(ادارہ)



۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۲ر ستمبر ۱۹۶۶ء

کثرت سے ذکر اللہ کرنے والا شیطان کے جال سے محفوظ رہتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتب: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنے دروازے پر حاضر ہو کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ اس نعمت کو ہمیشہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجلس ذکر کے بعد اصلاحِ حال کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ گذشتہ کئی جمعراتوں سے ذکر کے ذوق و شوق اور رغبت کے لئے قرآنی آیات اور احادیث عرض کر رہا ہوں۔

اللہ تعالےٰ کے ہم پر بے انتہا انعامات ہیں۔ ہوا، پانی، رزق، کپڑے وغیرہ اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتیں ہیں جب ہم پر اللہ کی رحمتیں اور عنایتیں بے حساب ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی بے حساب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اس کا بے حساب ذکر کریں، اس کی نافرمانی ہرگز نہ کریں — اللہ کے ذکر میں سب سے افضل پانچوقتہ نماز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کو کثرت سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یعنی دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی اور اصلاح و فلاح کا انحصار اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے پر ہے۔ اگر ہم پنجوقتہ نماز اور ذکر اللہ سے اللہ تعالےٰ کو راضی کر لیں تو یہ بہت سستا سودا ہے اور یقیناً خلوص کے ساتھ پنجوقتہ نماز پڑھنے اور ذکر کرنے سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جاتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت میں فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ کی یاد ہمیشہ اور ہر وقت دل میں رہنی چاہیے ہماری بھلائی اور نیکی اسی میں ہے۔ جب ہم اللہ کو ہر وقت یاد رکھیں گے تو اللہ تعالےٰ ہم پر ہر وقت اپنی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش برسائیں گے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے فرمایا ؎

کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
فکر کے اہتمام سے ہو گی

مسند امام احمدؒ میں حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا۔ کہ ان پر خود بھی عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کو کہو۔ اُن میں سے ایک یہ ہے:۔

"میں تم کو حکم دیتا ہوں۔ کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ کیونکہ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پیچھے تیزی کے ساتھ دشمن دوڑا آتا ہے اور وہ ایک مضبوط قلعے میں پناہ لے لیتا ہے اور وہاں مامون ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسان ذکر کے وقت شیطان سے بچا ہوا ہوتا ہے۔

فضائل ذکر میں حضرت مولانا زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں۔ یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں۔ تو فرشتے آپ کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی:۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (الآیہ) یعنی حق تعالےٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دعا تمہارے ذکر کرنے پر موقوف ہے جتنا ذکر کروگے اتنا ہی ادھر سے عنایات ہوں گی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم یہی تھی کہ انسان اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے اس کا رشتہ اللہ تعالےٰ سے جُڑ جائے۔

جس ذات نے ہم سب کو صحت و تندرستی جیسی بیش قیمت دولت بخشی ہے تو ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اس کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضا کے مطابق خرچ کریں۔ کثرت سے ذکر و شکر کریں۔ یادِ خدا میں سب سے بڑا ذکر نماز ہے اس کے بعد تلاوت قرآن ہے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غلام لینے کے لئے حاضر ہوئیں۔ کیونکہ آپ کو گھر کے سارے کام خود کرنے پڑتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی! کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو غلام سے بھی



۱۴ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۳۰ر ستمبر ۱۹۶۶ء

مسلمان دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی چاہتا ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالیٰ

الحمد للہ وکفٰی و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم :-

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (س بقرہ ع ۲۵)

پھر بعض لوگ تو ایسے ہیں (جو صرف دنیا ہی کے دلدادہ ہوتے ہیں اور جن کی صدائے حال یہ ہوتی ہے) "اے رب ہمارے! جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دے۔ پس آخرت کی زندگی میں ایسوں کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوتا اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی اور فلاح چاہتے ہیں۔ وہ) کہتے ہیں "اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں عذابِ جہنم سے بچالے۔ تو یقین کرو یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے عمل کے مطابق (دنیا اور آخرت کی) فلاح میں حصہ ملنا ہے اور اللہ (کا قانون) اعمال کے محاسبہ میں سست رفتار نہیں ہے۔ (وہ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق فوراً نتیجہ دینے والا ہے)

حاصل

اللہ تعالےٰ سے مانگنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو صرف اللہ سے دنیا طلب کرتے ہیں، دوسرے وہ جو دنیا اور آخرت دونوں کے طالب ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔

۲- دنیا کے طالب آخرت کے اجر سے قطعی محروم رہیں گے۔

۳- کامیاب و کامران فقط وہی ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے طلبگار ہیں اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

محترم حضرات! ہر مسلمان قرآن عزیز پر ایمان رکھتا ہے اور قرآن عزیز کی مذکورہ بالا آیت صاف طور پر اعلان کر رہی ہے کہ مسلمان کی نظر محض دنیا پر نہیں بلکہ آخرت پر بھی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آخرت سے منہ موڑ کر صرف دنیا نہیں چاہتا اور ایسے کام نہیں کرتا جن سے اُسے دنیا کا فائدہ تو مل جائے مگر آخرت کا ثواب جاتا رہے۔ وہ اپنے معاملات، برتاؤ اور معاشرت میں حسن انجام کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ وہ دنیا میں نیک عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہے۔ اپنی دعاؤں اور عبادتوں سے وہ نیک عملی، نیکوکاری کی استعداد اور طاقت طلب کرتا ہے اور آخرت میں اس نیک عملی اور نیکوکاری کا نیک پھل مانگتا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود چاہتا ہے، دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ دنیا میں اعلیٰ اخلاق اور عمدہ معاملات کرتا ہے۔ آخرت کے لئے توشہ بناتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہے کہ مجھے دوزخ کی آگ سے بچا، جنت میں جگہ دے۔ اور فلاح دارین عطا کر اور درحقیقت بہترین انسان کی زندگی کا معیار یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی اور زندگی کے معاملات میں دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھے اور جہنم کے عذاب سے ہر گھڑی ڈرتا رہے۔

دنیا کے طلبگار

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے :-

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب

دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

چنانچہ اکثر یہی دیکھا گیا ہے اور واقعات اس کے شاہد ہیں کہ دنیا میں وہی لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو اخلاق میں پست، معاملات میں کھوٹے، برتاؤ میں خود غرض، آخرت کے انکاری، حاسد اور عارضی فائدوں کے دیوانے ہوں ان کی نگاہ ہمیشہ قریبی نفع پر ہی رہتی ہے۔ یہ لوگ دیرپا نتائج کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ہر کام میں وہ اسی چیز کے متمنی رہتے ہیں جس کا جلدی سے انہیں پھل مل جائے۔ صبر و تحمل کی طاقت ان میں نام کو نہیں ہوتی اور اللہ پر یقین رکھنے اور اسے ماننے کے باوجود وہ اس دوڑ دھوپ اور کوشش میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ اگر عبادت کریں، اللہ تعالےٰ سے دعا مانگیں یا اور کوئی نیک کام بھی کریں تو اس میں بھی ان کا مقصد صرف دنیاوی فائدے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد یقینی زندگی ان کے خیال میں ایک انہونی سی بات ہے۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

مکافاتِ عمل کا عقیدہ وہ نہیں مانتے، ان کے نزدیک زندگی صرف دنیا ہی کی ہے اور کامیابی صرف دنیاوی ہی ہے۔

آخرت پر ایمان

لیکن یاد رکھو آخرت کا انکار کرنے والے اور مکافاتِ عمل کے عقیدہ میں شک لانے والے کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں اور منافقانہ اور کافرانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ دنیا ہماری مسلسل زندگی کا ایک مختصر سا حصّہ ہے۔ باقی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہمیں موت کے بعد ہی نصیب ہوگی۔ وہ ہمارے ان اعمال کا پھل ہوگی جو ہم اس دنیا میں کرتے ہیں۔ آخرت کی زندگی ابدی، قائم و دائم اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اور اسی کی کامیابی اصل کامیابی ہے۔ ہر مسلمان اس عقیدہ پر ایمان رکھتا ہے اور یہ دین کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے اس کا انکار کرنے والا مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔

توشۂ آخرت

محترم حضرات! جس طرح اس دنیا میں آرام اور عزت کی زندگی گذارنے کے لئے مال و دولت اور سرمایہ کی ضرورت ہے، اسی طرح آخرت میں عزت و آرام کی زندگی گذارنے کے لئے بھی ایمان اور اعمال صالحہ کے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ جس کے پاس یہ سرمایہ ہوگا وہاں کامیاب اور سرخرو ہوگا اور جو اس سرمایہ سے خالی ہوگا ذلت و خواری اور بے عزتی کی زندگی بسر کرے گا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو فرمائے اور توشۂ آخرت ساتھ لے جانے کی توفیق دے آمین یا الٰہ العالمین!!

حاجی کمال الدین ـ محمود بوٹی، لاہور

اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

گذشتہ سے پیوستہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایامِ جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصّہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا تو اللہ تعالےٰ نے مجھے خود ہی بچا لیا۔ دس برس سے کم عمر تھی ـ میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چرایا کرتا تھا، کہا۔ اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں میں بھی کہانیاں کہوں، سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انہیں دیکھنے لگا تو نیند نے غلبہ کیا۔ میں سو گیا۔ جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آگئی ـ اور وقت گذر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ (شفاء صـ۶ـ)

عہدِ نبوّت سے پہلے کا ذکر ہے زید بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ دسترخوان پر گوشت بھی آیا۔ حضورؐ نے فرمایا میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی ہو۔ میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (بخاری عن عبداللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تھی۔ الٰہی! ایک دن بھوکا رہوں، ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں، تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثناء کیا کروں۔ (شفاء صـ۹۲ـ)

عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں ایک ایک مہینہ ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضرت کا کنبہ اور کھجور پر گذران کرتا۔ (بخاری عن عائشہ رضؓ)

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آ کر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (بخاری عن عائشہ رضؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو اس وقت حضورؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلّہ جو رہن تھی۔ (بخاری عن عائشہ رضؓ)

آنحضرت صلعم اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ رضؓ نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا۔

(بخاری عن عائشہ رضؓ)

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کا

پروگرام

۷ راکتوبر بروز جمعہ بعد نماز عشاء محلہ کمہار پورہ مدنی مسجد لاہور میں ایک تبلیغی جلسے کی صدارت فرمائیں گے۔

۸ راکتوبر: بروز ہفتہ صبح بذریعہ آہو ایکسپریس ملتان تشریف لے جائیں گے۔ وہاں مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائیں گے۔

۹۔ اکتوبر: بروز اتوار حضرت مولانا لال حسین اختر ناظم اعلیٰ تحفظ ختم نبوّت کی دعوت پر ڈیرہ غازی خاں تشریف لے جائیں گے۔

۱۰ راکتوبر: بروز سوموار مظفر گڑھ کچھ دیر قیام کے بعد شام کو کوٹلہ رحم شاہ میں ورود مسعود ہوگا ۱۱ راکتوبر کو بھی وہیں قیام رہے گا۔ ۱۲ راکتوبر کو وہاں سے واپسی برائے لاہور۔

(حاجی) بشیر احمد

ایمان کا دعویٰ اور حقیقت ایمانی

(مولانا ابوالحسن علی ندوی)

ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق بھی ہوتا ہے، آپ روزمرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں۔ میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں۔ آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے جو اپنی شکل وصورت میں بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن صورت وحقیقت میں زمین وآسمان کا فرق ہے اصلی آم کوئی اور چیز ہے اور مٹی کا نقلی آم کوئی اور چیز، مٹی کے آم میں نہ اصلی آم کا ذائقہ ہے نہ خوشبو نہ رس نہ نرمی نہ اس کی خاصیتیں، صرف آم کی شکل ہے۔ اور اس کا رنگ وروغن اس لئے اس کو آم کہیں گے مگر مٹی کا آم دیکھنے بھر کا ہے۔ نہ کھانے کا نہ سونگھنے کا، نہ ذائقہ نہ خوشبو،

آپ مردہ عجائب خانہ میں گئے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب درندے اور سب جانور موجود ہیں شیر بھی ہے اور ہاتھی بھی، تیندوا بھی، اور چیتا بھی، مگر بے حقیقت، بھس بھری ہوئی کھالیں، جن میں نہ کوئی جان ہے نہ طاقت، شیر ہے مگر نہ اس کی آواز ہے، نہ غصہ، نہ طاقت ہے نہ ہیبت،

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ صورت کبھی حقیقت کے قائم نہیں ہو سکتی۔ صورت سے حقیقت کے خواص کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے۔ صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ صورت کبھی حقیقت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی۔ جب صورت کسی حقیقت کے مقابلہ میں آتے گی اس کو شکست کھانا پڑے گی۔ جب صورت پر حقیقت کا بوجھ ڈالا جائے گا صورت کی پوری عمارت زمین پر آ رہے گی۔

صورت اور حقیقت کا یہ فرق ہر جگہ نمایاں ہوگا، ہر جگہ صورت کو حقیقت کے سامنے پسپا ہونا پڑے گا۔ یہاں تک کہ عظیم اور مہیب سے مہیب صورت اگر حقیر حقیقت کے مقابلہ میں آتے گی تو اس کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اس لئے کہ ہر چھوٹی سی چھوٹی حقیقت ہر بڑی سے بڑی صورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقت رکھتی ہے حقیقت ایک طاقت ہے۔ ایک ٹھوس وجود ہے۔ صورت ایک خیال ہے۔ دیکھئے ایک چھوٹا سا بچہ اپنے کمزور ہاتھ کے اشارہ سے ایک بھس بھرے ہوئے مردہ شیر کو دھکا دے سکتا ہے۔ اس کو زمین پر گرا سکتا ہے۔ اس لئے کہ بچہ خواہ کتنا کمزور سہی ایک حقیقت رکھتا ہے۔ شیر اس وقت صرف صورت ہی صورت ہے، بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر آسانی سے غالب آجاتی ہے۔ یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک حقیقت رکھی ہے۔ مال کی بھی ایک حقیقت ہے۔ اس کی محبت طبعی اور اس کی خواہش فطری ہے۔ اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس کے متعلق احکام کیوں ہوتے؟ اس میں کشش کیوں ہوتی؟ اولاد ایک حقیقت ہے اس سے طبعی محبت اور فطری تعلق ہوتا ہے، اگر اولاد ایک حقیقت نہ ہوتی۔ تو شریعت میں اس کی پرورش ونگہداشت کے احکام اور فضائل کیوں ہوتے؟ اسی طرح طبعی ضروریات اور خواہشات کی بھی ایک حقیقت ہے۔ ان حقیقتوں پر ایک بالاتر، قوی تر حقیقت ہی غالب آسکتی ہے کوئی صورت غالب نہیں آسکتی۔ یہ حقائق کتنے باطل آمیز سہی۔ ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے اسلام وایمان کی حقیقت درکار ہے۔ اسلام کی صورت کتنی مقدس سہی۔ ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ ادھر حقیقتیں ہیں ادھر صرف صورت۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ صورت اسلام ادنے ادنے حقائق پر غالب آرہی ہے۔ اس لئے کہ صورت میں در اصل کچھ بھی طاقت نہیں۔ ہماری صورت اسلام، صورت کلمہ، صورت نماز، ہم سے ادنیٰ ترغیبات چھڑانے سے قاصر ہے، ادنیٰ عادات پر غالب آنے سے عاجز ہے۔ ہم کو موسم کی ادنیٰ سختی اور حقیر ترین خواہش کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا نہیں کرتی۔ آپ کا یہ کلمہ جو کبھی گردن کٹوا دینے کی طاقت رکھتا تھا۔ جو مال واولاد کو اللہ کی راہ میں بے تکلف قربان کر دینے کی قوت رکھتا تھا۔ جو وطن چھڑا دینے اور تختہ دار پر چڑھا دینے کی قوت رکھتا تھا۔ آج وہ ان سردیوں میں صبح کی نماز کے لئے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو کلمہ زندگی بھر کی منہ لگی شراب شریعت کے ایک حکم پر ہمیشہ کے لئے چھڑا سکتا تھا، آج اگر ضرورت پڑ جائے تو آپ کی ادنے مرغوب چیز یا معمولی عادت بھی نہیں چھڑا سکتا، اس لئے کہ وہ کلمہ کی حقیقت تھی جس کے کارنامے آپ تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تاریخ کو اپنے اوپر اوڑھنا چاہتے ہیں۔ اس کو اپنی زندگی پر منطبق کرنا چاہتے ہیں جب وہ منطبق نہیں ہوتی، جب وہ لباس ہمارے اوپر راست نہیں آتا، جب جگہ جگہ جھول پڑتے ہیں تو ہم شکایت کرتے ہیں تعجب کرتے ہیں کہ کلمہ وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں نماز وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، پھر کیوں اسی طرح کے واقعات ظہور میں نہیں آتے کیوں اسی طرح کے نتائج وثمرات برآمد نہیں ہوتے؟

دوستو اور بزرگو! اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو، وہاں کلمہ کی حقیقت تھی۔ ایمان کی حقیقت تھی، نماز کی حقیقت تھی۔ یہاں کلمہ کی صورت ہے۔ ایمان کی صورت ہے۔ جس طرح اعلیٰ کے بیج سے آم کے پھل کی توقع فضول ہے اسی طرح صورت سے حقیقت کے خواص کی امید بیکار ہے۔ اور فریب نفس۔

حضرت خبیبؓ کا واقعہ آپ نے سنا ہے، پھانسی کے تختہ پر ان کو چڑھایا گیا، چاروں طرف سے نیزوں کی نوکوں نے کوچنا شروع کیا، برچھیوں نے ان کے جسم کو چھلنی کر دیا اور وہ صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، عین اس حالت میں ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟ وہ تڑپ کر جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس پر راضی نہیں کہ مجھے چھوڑ دیا جائے اور حضور کے تلوہ میں کوئی کانٹا بھی چبھے۔ حضرت! کیا یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تختہ دار پر ثابت قدم رکھا اور ان کی زبان سے الفاظ کہلوائے نہیں وہ اسلام کی حقیقت تھی جو ان کے ہر زخم پر مرہم رکھتی تھی۔ جو ہر نیزے کی چبھن پر ان کے سامنے جنت کا نقشہ لاتی تھی اور ان کو دکھاتی تھی کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا صلہ ہے۔ بس چند لمحوں کا معاملہ ہے یہ جنت تمہاری منتظر ہے۔ یہ خدا کی رحمت تمہاری منتظر ہے۔ اگر تم نے اس فانی جسم کی اس فانی تکلیف کو گوارا کر لیا تو غیر فانی زندگی کی غیر فانی راحت تمہارا حصہ ہے۔ یہ عشق ومحبت کی حقیقت تھی۔ جب ان سے کہا گیا کہ تم کو کیا یہ منظور ہے کہ تمہاری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، تو حضور کی صورت حقیقت بن کر ان کے سامنے آگئی اور ان کو گوارا نہ ہوا کہ اس جسم اقدس کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف ہو۔

یہ چند پاک اور بلند حقائق تھے۔ جو درد وتکلیف کی حقیقت پر غالب آتے۔ صورت اسلام میں اس حقیقی درد تکلیف کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ صورت اسلام تو تکلیف کے تصورات اور خیالات کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی ہم کو اور آپ کو معلوم ہے۔ کہ گزشتہ فسادات کے موقع پر خیالی خطرات کی بناء پر لوگوں نے صورت اسلام بدل دی مسلمانوں نے سروں پر چوٹیاں رکھیں اور غیر اسلامی شعار اختیار کئے اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس صرف صورت اسلام تھی، وہ اس میدان میں ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت صہیب رومیؓ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کو راستہ میں روکا اور کہا کہ صہیب تم جا سکتے ہو مگر یہ مال نہیں لے جا سکتے جو تم نے ہمارے شہر میں پیدا کیا ہے۔ اب حقیقت اسلام کا حقیقت مال سے مقابلہ تھا، حقیقت اسلام اپنی مقابل حقیقت پر غالب آئی۔ اگر صورت اسلام ہوتی تو وہ حقیقت مال کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے انہوں نے کہا کہ تم جا سکتے ہو مگر ہماری لڑکی ام سلمہ کو نہیں لے جا سکتے۔ اب حقیقت اسلام کا ایک حقیقت سے مقابلہ تھا وہ حقیقت کیا تھی۔ بیوی کی محبت جو ایک حقیقت ہے لیکن اسلام کی حقیقت مومن کے دل میں ہر حقیقت سے زیادہ طاقتور اور گہری ہوتی ہے

انہوں نے بیوی کو اللہ کے حوالے کیا اور تن تنہا چل دیئے۔ کیا صورت اسلام میں اتنی طاقت ہے۔

دنیا میں بھی فتح و نصرت تائید و اعانت کے وعدے۔ "حقیقت ایمان" ہی کے ساتھ مشروط ہیں۔ صاف فرماتا ہے۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین ؁

ترجمہ:۔ سست و غمگین نہ ہو تو تم ہی سربلند ہو، اگر تم حقیقتاً، صاحب ایمان ہو۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں ہی کو ہے۔ لیکن پھر بھی شرط لگائی کہ اگر تم میں حقیقت ایمان پائی جاتی ہے۔ تو پھر تمہاری سربلندی میں شک نہیں۔

دوسری آیت میں بھی صفت ایمان ہی پر اپنی مدد کا وعدہ فرمایا۔

انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیاۃ الدنیا و یوم یقوم الاشھاد۔ (المومن)

ترجمہ: ہم ضرور ضرور اپنے پیغمبروں کی مدد کریں گے اور ان لوگوں کی جو صفتِ ایمان سے متصف ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی، اور آخرت میں بھی، جب اللہ کے گواہ کھڑے ہوں گے۔

اسی حقیقت ایمانی پر خلافت ارضی، دین کے اقتدار اور امن و اطمینان کا وعدہ فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناؕ

ترجمہ:۔ ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور جن کے عمل صالح ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت سے سرفراز کرے گا۔ جیسے ان لوگوں کو سرفراز کیا جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اقتدار عطا فرمائے گا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

لیکن باوجود اس کے کہ یہ سارے وعدے ایمان و عمل صالح کی بنیاد پر تھے۔ پھر یہ شرط فرمائی۔ کہ یہ ضروری ہے۔ کہ اس میں اسلام کی حقیقت (توحید کامل) پائی جائے۔

یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا (النور)

ترجمہ (اس شرط سے)، کہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

پس اس وقت سب سے بڑا کام اور امت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے۔ کہ اس کے عموم اور سوادِ اعظم کی صورت سے حقیقت اسلام میں روح اسلام اور حقیقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس وقت امت کی سب سے بڑی احتیاج یہی ہے، اسی سے اس کے سب حالات اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے حالات بدلیں گے دنیا کے حالات اس امت کے تابع اور اس امت کے حالات اس حقیقت کے تابع ہیں۔ یہ امت حضرت مسیح (علیہ السلام) کے الفاظ میں زمین کا نمک ہے۔ دیگ کا مزا نمک کے تابع ہے۔ اور نمک کا مزا اس کی نمکینی پر موقوف ہے۔ اگر نمک کی نمکینی ختم ہو جائے تو وہ نمک کس کام کا۔ اور پھر کھانے کو خوش ذائقہ بنانے والی چیز کہاں سے آئے گی۔ آج ساری زندگی بے کیف و بے روح ہے۔ اس لئے کہ اس امت کی بڑی تعداد حقیقت سے عاری اور روح سے خالی۔ پھر زندگی میں روح اور حقیقت کہاں سے آئے۔

دنیا کی اور قومیں بھی ہیں۔ جو ہزاروں برس سے اپنے مذہب کی حقیقت اور روح سے خالی ہو چکی ہیں۔ اور ان میں صرف چند بے روح رسمیں اور چند بے حقیقت صورتیں رہ گئی ہیں۔ لیکن قوموں کی دینی اور روحانی زندگی ختم ہو چکی ہے ان کی زندگی کے سوتے خشک ہو چکے ہیں، آج دنیا کی کوئی طاقت کوئی شخصیت کوئی اصلاح۔ ان کی زندگی اور حقیقی روح پیدا نہیں کر سکتی۔ ایک نئی قوم کا بن جانا ان قوموں کی دوبارہ زندگی سے آسان ہے۔ جن لوگوں نے ان قوموں میں از سر نو دینی زندگی اور اخلاقی روح پیدا کرنے کی انتہائی جد وجہد کی، وہ زمانہ حال کے وسائل اور سہولتوں کے باوجود سخت ناکام رہے اس لئے کہ درحقیقت ان میں ایمان و یقین اور دینی روح پیدا کرنے کا سرچشمہ عرصہ ہوا خشک ہو چکا ہے۔ زندگی کا سرا اور سررشتہ کٹ چکا ہے۔ جب کسی درخت کی جڑ خشک ہو چکی ہو۔ اور اس کی رگیں زمین چھوڑ چکی ہوں۔ تو اس کی پتیوں کو پانی دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

لیکن اس امت کی زندگی کا سرچشمہ موجود ہے، اس امت کی زندگی کا دوسرا سرا موجود ہے۔ اور یہ امت اس سے وابستہ ہے۔ وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، آخرت اور حساب کتاب کا یقین لا الٰہ الا اللہ کا اقرار۔ اس امت کو اس گئی گذری حالت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جو تعلق ہے۔ وہ دوسری قوموں کے خواص کو بھی نصیب نہیں۔ اس لحاظ کے زمانہ میں بھی جتنی حقیقت اس میں پائی جاتی ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے۔ اس کی کتاب آسمانی (قرآن مجید) محفوظ ہے۔ اور اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے پیغمبر کی سیرت اور زندگی جو آج بھی ہزاروں لاکھوں دلوں کو گرما دینے اور زمانہ کے خلاف لڑا دینے کی طاقت رکھتی ہے۔ مکمل طور پر موجود ہے۔ اور آنکھوں کے سامنے ہے صحابہ کرامؓ کی زندگی، ان کی زندگی کا انقلاب اور ان کی کوشش سے دنیا کا انقلاب نظر کے سامنے موجود ہے، یہ سب زندگی کے چشمے ہیں۔ یہ سب حرارت اور روشنی کے مرکز ہیں۔ صرف اس کی ضرورت ہے کہ اس امت میں صورت سے حقیقت کی طرف ترقی کی ضرورت کا عام احساس پیدا ہو، زندگی کے ان مرکزوں سے تعلق پیدا ہو اور مادی و معاشی انہماک سے اس کو ان مرکزوں سے اکتساب فیض کی فرصت ملے۔ اور وہ اپنی اصلی زندگی کے چند دن گذار کر اپنی زندگی میں انقلاب اور اپنی پوری زندگی میں ایمان و احتساب (اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی رضا کے شوق میں کام کرنے کی روح پیدا کرے۔

ہماری دعوت صرف یہ ہے، کہ۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنو۔ اے مسلمانو! صورت اسلام سے حقیقتِ ایمان کی طرف ترقی کرو۔

ہمارا مستقبل ہفتہ وار اجتماعات جن کی ہم شہر شہر اور قصبہ قصبہ دعوت دیتے ہیں اسی لئے ہیں) کہ ہر آبادی میں ایسے مرکز قائم ہوں۔ جہاں مسلمان جمع ہو کر اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق یاد کریں۔ جہاں سے ان کو حقیقت اسلام کا پیغام ملے، جہاں ان کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی کا سراغ لگے۔ جہاں سیرت نبویؐ اور اصلی اسلامی زندگی کے واقعات اور دین کی بنیادی و اصولی دعوت کے ذریعہ ان میں دینی جذبات و احساسات بیدار ہوں) اور ان میں دینی انقلاب کی خواہش پیدا ہو۔ اگر یہ مرکز اور اس طرح کے اجتماعات نہ ہوئے تو بڑے پیمانے پر اور طاقتور و موثر طریقے پر امت کی اکثریت میں "حقیقت اسلام" اور "روح اسلام" پیدا ہونے کی کیا توقع ہے۔

پھر ہم مسلمانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ کچھ دن حقیقت اسلام کو حاصل کرنے اور اس کو اپنے میں راسخ کرنے کے لئے اپنے اوقات فارغ کریں اور اس ماحول سے نکل کر جس میں حقیقت اسلام اور ایمانی کیفیات ابھرنے نہیں پاتیں ایک ماحول میں وقت گذاریں جہاں اصلی رنگ کی جھلک موجود ہو۔ جہاں علم و ذکر) دعوت و تبلیغ، خدمت و ایثار، تواضع و خلق محنت و جفاکشی کی زندگی ہو۔ ہم اس وقت مسلمانوں کو اس مقصد کے لئے جماعتوں کی شکل میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی بڑی تعداد اس کی جزو زندگی بنا لے اور اس کا رواج پڑ جائے۔ تو ہم کو اللہ کی ذات سے امید ہے۔ کہ کروڑوں مسلمانوں تک حقیقتِ اسلام کا یہ پیغام پہنچ جائے گا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کی زندگی میں دینی روح، ایمان و اسلام کی حقیقت اور اس کی صفات و کیفیات پیدا ہو جائیں گی۔

حضرات! ہم اس سے بالکل مایوس نہیں ہیں۔ کہ اس زمانہ میں حقیقت اسلام پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہم کسی ایسے زمانہ اور انقلاب کے قائل نہیں ہیں کہ اس زمانہ میں حقیقت اسلام دوبارہ پیدا نہیں کی جا سکتی۔ آپ پیچھے مڑ کر دیکھئے۔ تاریخ کے سمندر میں آپ کو حقیقت اسلام کے جزیرے بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ بارہا حقیقت اسلام ابھری ہوئی اور ایمانی کیفیات پیدا ہوئیں وہی اللہ اور رسولؐ پر یقین و اعتماد، وہی شہادت کا ذوق، جنت کا شوق، وہی دنیا پر آخرت کی ترجیح جب کبھی اور جہاں کہیں حقیقت اسلام پیدا ہو گئی۔ اس نے ظاہری قرائن و قیاسات کے خلاف حالات پر اور مخالف طاقتوں پر فتح پائی ہے۔ تمام گذرے ہوئے واقعات کو دہرا دیا ہے۔

آدمی بیوی کو چھوڑ دے بچہ کو چھوڑ دے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں نے بیوی اور بچوں کے لئے کفر تک کو اختیار کر لیا ہے۔ اور صورت اسلام کی ذرا پرواہ نہیں کی ہے۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے ایک چھوٹی سی چڑیا ان کے باغ میں آگئی، اور اس کو پھر جانے کا راستہ نہ ملا۔ حضرت ابو طلحہؓ کی توجہ بٹ گئی۔ نماز کے بعد انہوں نے پورا باغ صدقہ کر دیا۔ اس لئے کہ حقیقت نماز اس شرکت کو گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ باغ کی بھی ایک حقیقت ہے۔ اس کی سرسبزی اس کی فصل۔ اس کی قیمت کی ایک حقیقت ہے اس حقیقت کا مقابلہ صورت نماز نہیں کر سکتی، اس کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتی کہ وہ حقیقت سے خالی اور ایک صورت ہے۔

آپ نے سُنا ہوگا کہ یرموک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے۔ اور کئی لاکھ رومی، ایک عیسائی (جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا) کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ رومیوں کی تعداد کا کچھ ٹھکانہ ہے؟ حضرت خالدؓ نے کہا خاموش! خُدا کی قسم اگر میرے گھوڑے اشقر کے سُم درست ہوتے تو میں رومیوں کو پیغام بھیجتا کہ اتنی ہی تعداد اور میدان میں لے آئیں۔ حضرات! حضرت خالدؓ کو یہ اطمینان واعتماد کیوں تھا۔ اور وہ رومیوں کی تعداد کو بے حقیقت کیوں سمجھتے تھے؟ اس لئے کہ وہ حقیقت اسلام رکھتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اس کے مقابلہ میں صرف رومیوں کی صورتیں ہیں جو ہر طرح کی حقیقت سے خالی ہیں، یہ لاکھوں صورتیں اسلام کی حقیقت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔

ہم یقیناً کلمہ پڑھتے ہیں، ہم میں سے بہت سے لوگ کلمہ کے معنی سے بھی واقف ہیں، لیکن حقیقت کلمہ اور کوئی چیز ہے، وہ ان الفاظ و معنی سے بہت بلند ہے۔ کلمہ کی یہ حقیقت صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی وہ جب کہتے تھے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو واقعتہً سمجھتے تھے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کوئی حاکم و بادشاہ نہیں اللہ کے سوا کوئی محبت اور خوف کے لائق نہیں، اللہ کے سوا کوئی امید و توقع کے قابل نہیں اللہ کے سوا کسی کی ہستی کوئی ہستی نہیں کیا یہ سب حقیقتیں ہم سب کے دل میں اتری ہوئی ہیں۔ ہمارے دماغ کے اندر بسی ہوئی ہیں، ہماری زندگی کے اندر جڑ پکڑے ہوئے ہیں؟ اگر ہم ان حقیقتوں سے واقف بھی ہوتے تو لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے ہمیں احساس ہوتا کہ ہم کتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں جس کو اس حقیقت کا ذرا سا بھی احساس ہے۔ اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے سمجھتا ہے۔ کہ وہ کتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہے ؎

چو می گویم مسلمانم بلرزم! — کہ دانم مشکلات لا الٰہ را!

ہم سب مانتے ہیں کہ آخرت برحق ہے۔ جنت دوزخ برحق ہے مرنے کے بعد یقیناً زندہ ہونا ہے لیکن کیا سب کو ایمان کی وہ حقیقت حاصل تھی اس حقیقت کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ ایک صحابی کھجور کھاتے کھاتے پھینک دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے اور فوراً آگے بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی۔ اور وہ حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ مجھے احد پہاڑ کی اس طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یرموک کے میدان میں ایک صحابی حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرنا۔ اور کہنا کہ آپ نے جو وعدے فرمائے تھے۔ وہ سب پورے ہو رہے ہیں۔ یہ ہے یقین کی حقیقت، اس حقیقت پر کون سی قوت غالب آ سکتی ہے۔ اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کون سی جماعت غالب آ سکتی ہے؟ امت میں جو سب سے بڑا انقلاب ہوا وہ یہ کہ اس کی ایک بڑی تعداد اور شائد سب سے بڑی تعداد میں صورت نے حقیقت کی جگہ لے لی، یہ آج کی بات نہیں۔ یہ صدیوں کی پرانی حقیقت ہے۔ صدیوں سے صورت نے حقیقت کی جگہ حاصل کر رکھی ہے۔ عرصہ تک دیکھنے والوں کو صورت پر حقیقت کا دھوکہ ہوتا رہا۔ اور وہ حقیقت کے ڈر سے اس صورت کے قریب آنے سے بچتے رہے لیکن جب کسی نے ہمت کر کے اس صورت کو چھوا تو معلوم ہوا کہ اندر سے پول ہے اور حقیقت غائب ہو چکی ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کبھی کاشتکار کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اس پر کوئی کپڑا ڈال دیتا ہے۔ جس کو دیکھ کر پرندوں اور جانوروں کو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی رکھوالی کر رہا ہے۔ لیکن اگر کبھی کوئی سیانا کوّا یا ہوشیار جانور ہمت کر کے کھیت میں جا پڑے تو ظاہر ہے کہ وہ بے جان شبیہ کچھ نہیں کر سکتی پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارے جانور اس کھیت کو روند ڈالتے ہیں اور پرندے اس کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، ان کی صورت حقیقت بن کر صدیوں ان کی حفاظت کرتی رہی۔ قومیں ان کے قریب آنے سے ڈرتی تھیں، حقیقتِ اسلام کے واقعات ان کے ذہن میں تازہ تھے۔ اور کسی کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، لیکن کب تک؟ جب تاتاریوں نے بغداد پر چڑھائی کی جس پر حملہ کرنے سے وہ برسوں احتیاط کرتے رہے۔ تو اس صورت کی حقیقت کھل گئی اور مسلمانوں کا بھرم جاتا رہا، اس وقت سے صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ اب صرف حقیقت اسلام ہی اس کی امت کی حفاظت کر سکتی ہے۔

آپ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی ناکامی کی تلخ داستانیں پڑھتے ہیں۔ یہ حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں یہ سب صورت کی شکست و ہزیمت کے واقعات ہیں صورت نے ہم کو ہر معرکہ میں رسوا اور ذلیل کیا۔ لیکن خطا ہماری تھی ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا چاہا وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکی، خود بھی گری اور پوری عمارت کو بھی زمین پر لے آئی۔

عرصہ دراز سے صورتِ اسلام معرکہ آزما ہے اور شکست پر شکست کھا رہی ہے اور حقیقت اسلام مفت میں بدنام اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہی ہے۔ دنیا سمجھ رہی ہے۔ کہ ہم اسلام کو شکست دے رہے ہیں۔ اس کو خبر نہیں کہ حقیقت اسلام تو مدت سے میدان میں آئی ہی نہیں۔ اس کے مقابلہ میں صرف مسلمانوں کی صورت ہے۔ نہ کہ اسلام کی حقیقت۔

یورپ میں قوموں کے مقابلہ میں ترکی میدان میں آیا لیکن اسلام کی ایک نڈھال صورت لے کر۔ یہ نحیف و نزار صورت مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی۔ فلسطین میں تمام عرب قومیں اور سلطنتیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں۔ لیکن حقیقت اسلام شوقِ شہادت جذبہ جہاد، اور ایمانی کیفیات سے اکثر عاری، عربی قومیت کے نشہ میں سرشار، صرف اسلام کے نام و نسب سے آراستہ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت و تنظیم اور اسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی۔ اسلئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے اگرچہ سرتاپا مادّی، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے۔ اگرچہ مقدس، لیکن صورت صورت ہے۔ اور حقیقت حقیقت ہے۔

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک درجہ رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں مدتوں اسلام کی حقیقت بسی ہوئی رہی ہے اور یہ اسلام کی حقیقت کا قالب ہے۔ اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے اس لئے کہ یہ اس کے محبوبوں کی پسندیدہ صورت ہے۔ اسلام کی صورت بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے اس لئے کہ اس صورت سے حقیقت اسلام کی طرف منتقل ہونا نسبتاً آسان ہے۔ جہاں صورت بھی نہیں وہاں حقیقت تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ لیکن دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کے وعدے دنیا میں، اور مغفرت و نجات اور ترقی درجات کے وعدے آخرت میں، سب حقیقت سے متعلق ہیں نہ کہ صورت سے حدیث میں ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم (اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا، وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے جو لوگ صرف صورت کے حامل، اور حقیقت سے یکسر خالی تھے۔ ان کو وہ ان لکڑیوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ جو کسی سہارے سے رکھی ہوئی ہیں۔ وہ فرماتا ہے۔ واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیھم۔ اگر تم ان کو دیکھو تو تم کو ان کے جسم بڑے بھلے معلوم ہوں گے، وہ بات کریں گے، تو تم کان لگا کر سنو گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ لکڑیاں ہیں جو سہارے سے رکھی ہوئی ہیں ہر آواز کو وہ اپنے خلاف ہی ہی سمجھتے ہیں

میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین لاہور

اعمال کی جزا اور سزا

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (پ ۲۴ - آخری آئت)

(پارہ ۲۴ آخری آئت)

ترجمہ :- جو کوئی نیک کام کرتا ہے، تو اپنے لئے اور برائی کرتا ہے تو اپنے سر پر اور آپ کا رب تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دنیا آخرت کی کھیتی ہے انسان جو بوتا ہے اُسے کاٹنا پڑتا ہے۔ کانٹے بو کر پھولوں سے دامن بھرنے کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا ثمرہ مل کر رہے گا۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا عمل کوئی بھی ضائع نہیں جاتا خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ خیر ہو یا شر۔ رنج و راحت انہی اعمال کے مختلف مظاہر ہیں اور یہی صورتیں انسان کو پیش آتی رہتی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ظاہر میں بھی باطن میں بھی جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی جزا، متشکل ہو کر سامنے آجائے گی سامنے وہی آئے گا جو کسب کیا ہو گا بدوں سعی کے حصولِ مقصد کا وعدہ نہیں کیا گیا دنیا میں انسان کی ساری کوشش اس لئے ہوتی ہے کہ تکلیف سے بچا جائے اور راحت حاصل کی جائے۔ ہر کام میں یہی مقصد مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ثمرہ کی بنا اعمال پر ہوتی ہے۔ جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی ثمرہ ملے گا۔ یاد رکھیں طلب مقصود ہے، حصول مقصود نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اپنی ہمت کے مطابق کوشش کریں اور کام کرتے وقت صرف کام کا خیال رکھیں۔ ثمرہ کی طرف توجہ نہ دیں مثلاً کسی نے بی اے یا ایم اے کا امتحان دینا ہے تو امتحان کا مقصد نوکری کا حصول ہی ہے۔ لیکن امتحان دیتے وقت نوکری کا خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیئے اور ہمہ تن امتحان کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ اگر نوکری کی طرف توجہ مرکوز ہو جائے تو امتحان میں گڑبڑ پیدا ہو جائے گی محنت کرنا اور کام کرنا اختیاری چیز ہے اور نوکری غیر اختیاری۔ مقصود کام اور کوشش ہونی چاہیئے۔ کام کرتے جائیں اور حصول ثمرہ کے لئے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ بھروسہ رکھیں۔

جو بُرا کرے گا اس کی سزا پائے گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

پارہ ۵ سورۃ النسا آئت ۱۲۳)

ترجمہ :- جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا دیا جائے گا۔ اور اللہ کے سوا اپنا کوئی حمائتی اور مدد گا نہیں پائے گا۔ انسان سنگین جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد قانون کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ لیکن مکافاتِ عمل سے نہیں بچ سکتا۔ قدرت کی طرف سے اس کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا مل کر رہتی ہے دنیا کی عدالتوں کی سزا محدود ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کی سزاؤں کا سلسلہ بڑا وسیع ہوتا ہے انسان کبھی کسی مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا۔ کبھی اولاد سے محرومی پریشانی کا باعث بن جاتی ہے، کبھی دنیا کی رنگا رنگ کی نعمتیں میسر ہوتی ہیں لیکن امراض معدہ کی وجہ سے کھانے کو جی نہیں چاہتا، کبھی ذہنی اور قلبی پریشانیاں انسان کو خودکشی پر آمادہ کر دیتی ہیں۔ کبھی کوئی گولی مار کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور کوئی اپنے کپڑوں پر تیل چھڑک کر زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اعمال بیج ہیں اور جزا اور سزا ان کا پھل۔ جو بھی برا کام کرے گا، اس کی سزا اس کو مل کر رہے گی خواہ دنیا میں ملے خواہ آخرت میں ملے روز مرّہ کے وقعات شاہد ہیں کہ کسی پر ظلم و تشدد کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ بعض اوقات دنیا میں ہی سزا دے دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی موت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے گناہوں کی سب سے بڑی بخشش یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں موت آجائے اور وہ اس عذاب کی زندگی سے نجات حاصل کر لیں۔ عبرت کے ایسے واقعات سے دنیا بھری پڑی ہے۔ اور ان کے تذکرے سے کوئی گھر خالی نہیں ہے۔ ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے روز نامہ کوہستان نے چند ایک ایسے ہی واقعات کا ناظرین کی عبرت کے لئے تذکرہ کیا تھا ان میں سے دو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) قیام پاکستان سے پہلے کا ایک واقعہ ہے جن دنوں غیر مسلم سرمایہ دار اپنے بے پناہ وسائل کے بل بوتے پر انبیائے کرامؑ کی شان اقدس میں گستاخیاں کیا کرتے تھے اور ایسا لٹریچر شائع کرتے تھے جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں۔ انہیں ایام میں ایک شخص نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں انتہائی اشتعال انگیز گستاخانہ کتاب شائع کی اس کتاب کے قابل اعتراض مواد سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے انتہائی اشتعال انگیز بات یہ تھی کہ اس کتاب کی کتابت ایک مسلمان کاتب نے کی تھی۔ امرتسر میں بہت کم لوگوں کو اس کا علم تھا لیکن اس کاتب کے حشر نے اس کا راز فاش کر دیا کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ نوجوان کاتب محض چند روپے زائد کمانے کی خاطر اپنے ہاتھوں کو ایسی تحریر سے ملوث کرے گا۔ جسے اس کا دل و دماغ اور ضمیر کبھی گوارا نہیں کرتا۔ یہ کتاب مارکیٹ میں آئی تو مسلمانوں میں ہیجان پھیل جانا لازمی تھا۔ چنانچہ ہڑتالیں ہوئیں، مظاہرے ہوئے حکومت کے خلاف نفرت و حقارت کی لہر دوڑ گئی۔ کتاب کے لکھے جانے کے صرف ایک ماہ بعد امرتسر کے ایک کٹڑہ کے مسلمانوں نے اس کاتب کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ وہ ایک گٹر پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آگے سے کٹ چکی تھیں۔ اور مادۂ فاسد سے اس کے جسم کے تمام کپڑے بھرے پڑے تھے۔ اسے اٹھا کر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ایک ماہ کے علاج کے بعد اسے ہوش آیا۔ تو وہ پچھلی دنیا کے واقعات فراموش کر چکا تھا وہ یہ نہیں بتا سکتا تھا، کہ اسے کیا ہوا وہ گم سم آسمان کی طرف دیکھتا تھا اور پھر آنکھیں زمین پر گاڑ دیتا تھا۔ اس واقعہ کو طویل عرصہ گزر چکا ہے وہ اب بھی ہم سب کے لئے عبرت کا مرقع بنا ہم میں موجود ہے۔ اکڑوں بیٹھ کر چلتا ہے۔ اس کے منہ سے رال بہتی رہتی ہے۔ وہ مخبوط الحواس ہو چکا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کی عبرت ناک زندگی کا خاتمہ کب ہو گا، اور کون سی صبح اس کے لئے یہ مژدہ لے کر آئے گی۔ کہ مالک حقیقی نے

اسے اس دنیوی عذاب سے نجات دے دی ہے۔ اس کے افراد خانہ اس کی تکلیف کو ظاہر نہیں ہونے دیتے، ان کی التجا صرف یہی ہے۔ کہ اس واقعہ کو فراموش کر دیا جائے، تاکہ عبرت گاہ عالم میں وہ چند دن سکون سے بسر کر سکیں۔

(۲) ایک اور شہر کے کسی نوجوان کا ذکر ہے جو اپنے والدین کی کمائی کو دونوں ہاتھوں سے لٹانے کے لئے عشرت کدہ لاہور میں پہنچ گیا۔ اس نے دولت کو رنڈیوں کی چوکھٹ پر نچھاور کر دیا، شراب خانوں میں برباد کر دیا، اس کے والدین مشہور زمیندار تھے اور انہوں نے بڑی محنت سے یہ سرمایہ فراہم کیا تھا لیکن لاڈلے صاحب زادے نے اسے ایک ہی مرتبہ لاہور میں لاکر ختم کر دیا۔ بیمار باپ بیٹے کی اس تباہی کا شکار ہو کر فوت ہو گیا۔ ماں بے چاری کیا کرتی، اس نے بہتیری کوشش کی لیکن بیٹا باز نہ آیا اور ایک دن ایسا بھی آیا کہ ماں بھی عیاش بیٹے کی شکل دیکھے بغیر دنیا سے اٹھ گئی۔ لاہور میں صاحبزادے کو ماں کے فوت ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک اور جام ہوا میں لہرایا اور پی گیا۔ سونے کے انڈے دینے والی مرغی مر گئی، تو پھر وہ اپنے شہر پہنچا۔ بچی کھچی جائداد فروخت کی اور لاہور آگیا۔ اس دولت کو بھی پلک جھپکنے میں اڑا دیا۔ تن کے کپڑے اتر گئے تو رنڈیوں نے بھی سیڑھیوں سے نیچے لڑھکا دیا۔ اب آنکھیں کھلیں لیکن ان کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ دوست احباب کے کھوکھلے قہقہوں کی حقیقت آشکار ہوئی وہ کسی نہ کسی طرح دوبارہ اپنے شہر پہنچا، لیکن یہاں اب اس کی ماں اور باپ کی قبروں کے سوا اس کا اور کچھ نہ تھا۔ وہ دیوانہ وار رویا اور اس کے بعد شہر کے لوگ ایک ننگ دھڑنگ فقیر کی داستان سننے لگے۔ یہ نوجوان فقیر جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشا بڑھ گئے تھے۔ بچوں اور بوڑھوں کے لئے پاگل کا درجہ رکھتا تھا۔ وہ قدرت کے قہر کا نشانہ بن چکا تھا، وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ وہ جسم پہ غلاظت مل مل کر اپنا جی خوش کرتا تھا۔ لوگ اسے اس حالت میں دیکھ کانپ اٹھتے تھے۔ مکھیاں اس کے سارے جسم کا گھیرا ڈالے رہتی تھیں اور وہ دیوانہ وار اپنی موہوم منزل کی طرف دوڑا جا رہا تھا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی منزل کہاں ہے اور کب قدرت اسے اس عبرت ناک زندگی سے نجات دلائے لیکن اس دیوانے کی جوانی کی قباحتیں دیکھنے والے لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتے تھے۔

کوئی بلندی و پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ۝ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

پارہ ۲۰ العنکبوت آیت ۲۱-۲۲

ترجمہ:- جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور جس پر چاہے گا رحم کرے گا اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم زمین اور آسمان میں عاجز نہیں کر سکتے، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخ میں گھس سزا سے بچ سکتا ہے، نہ آسمان میں اڑ کر، کوئی بلندی اور پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی اور نہ کوئی طاقت اس کی حمایت اور مدد کو پہنچ سکتی ہے۔ اے غافل انسان! ذرا خدا کے لئے سوچ، اور عقل کر اور غور کر، کہ خدا کا باغی بن کر آخر تو کہاں جائے گا۔ کیا ہوا میں اڑ جائے گا یا پہاڑوں اور جنگلوں میں گم ہو جائے گا یا سمندر کی تہہ میں چلا جائے گا۔ تو کہیں بھی چلا جائے کوئی طاقت تجھے اس کے عذاب سے نہیں بچا سکے گی رحمت اور عذاب سب اسی کے قبضے میں ہے۔ ہم اپنی ذات کا محاسبہ نہیں کرتے اور ہمیشہ اپنی بے گناہی کا ڈھنڈورہ پیٹتے رہتے ہیں اور بلاوجہ اپنے آپ کو مصائب و آرام کا مورد سمجھتے ہیں، اور اپنے بوئے ہوئے کو کاٹنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے۔ جو بویا جائے کاٹنا پڑتا ہے۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے اس میں ترمیم ہو ہی نہیں سکتی۔

مصائب و آفات کے نزول پر اعتراض نہ کرو اور اس احساس کو قلب میں نہ آنے دو کہ تم بے گناہ ہو، اور تم پر ظلم ہو رہا ہو، اور تم قابل رحم ہو۔ آفات کے نزول پر خدا کو ظالم اور اپنے آپ کو مظلوم ٹھیرانا یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے۔ نہ صرف مغالطہ ہی نہیں، بلکہ الحاد کج فہمی اور بے وقوفی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے، ہمہ خیر ہے۔ خیر مطلق ہے، خیر محض ہے اور قادر مطلق ہے۔ وہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا، ہم خود ظالم ہیں اور اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ قدم قدم پر خدا کے قانون سے بغاوت کرتے ہیں، اور اس کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ لیکن سزا ملنے لگتی ہے، تو پھر تائب ہونے کی بجائے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زندگی ایک مدرسہ ہے۔ واقعات زندگی کے ذریعہ معلم حقیقی ہمیں ہر روز سبق دے رہا ہے کہ ہماری ہر ناکامی، مصیبت اور تکلیف ہمارے اپنے ہی اعمال بد کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ایک رائی کے دانے برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ عذاب الٰہی اور مصائب و آلام سے بچنے کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ کہ انسان اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ کرے اور اپنے نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ کرے۔ اپنے قول و فعل میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کو مدنظر رکھے۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً تائب ہو جائے اور جواب دعوے داخل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ندامت کا احساس جب توبہ کی ہی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور خدا کی رحمت انسان کو اپنی گود میں اٹھا لیتی ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوسی ایک مستقل عذاب ہے۔ جس سے کبھی نجات نہیں مل سکتی

انسانی اعمال کی مقبولیت کا معیار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بد نصیب ہے وہ شخص جو دنیا سے بہت کچھ لے کر آئے۔ لیکن جب حساب ہو تو اس کا دامن خالی ہو۔ یعنی نیک اعمال تو بہت کر کے لایا ہو لیکن لوگوں پر ظلم ان کی حق تلفی اور ان کی غیبت کے عوض وہ سارے اعمال دوسروں میں تقسیم کر دیئے جائیں اور وہ خالی ہاتھ رہ جائے۔ اعمال کی مقبولیت کا معیار جو دنیا والوں نے مقرر کر رکھا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے قائم کردہ معیار سے بالکل مختلف ہے۔ جس کی بناء پر کوئی عمل اس کی بارگاہ میں مقبول قرار پاتا ہے۔ اہل دنیا کی نظر میں وہ انسان بڑا مکرم و محترم ہوتا ہے جو اللہ کے رستے میں دن رات مال خرچ کرتا رہے۔ نمازیں بھی وقت پر ادا کرتا ہے۔ اور حج بھی کر آتا ہے۔ دنیا والوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ مال اس نے کن ذرائع سے حاصل کیا ہے اور یہ ساری دولت ربانی قوانین سے بغاوت و انحراف نتیجہ تو نہیں۔ اگر یہ مال و دولت اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کا نتیجہ ہے تو یہ خیرات خدا کی نگاہ میں کبھی مقبول نہیں ہو سکتی، الٹا مزید عذاب کا باعث بنتی ہے۔ نہ حج میں کوئی فائدہ دیتا ہے اور نہ نماز ہی قبولیت کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ یہ بڑا خسارے کا سودا ہے عمل خواہ کتنا ہی حقیر ہو اور انفاق فی سبیل اللہ خواہ کتنی ہی کم مقدار میں ہو وہی شرف قبولیت حاصل کرتا ہے۔ جو خالصتاً اللہ تعالےٰ کی رضا کے مدنظر کیا جائے۔ اور اس میں نمود و نمائش کا شائبہ بھی نہ ہو اور مال حلال کے ذرائع سے کمایا ہو۔ ناجائز

ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

(دوسری قسط)

روح القرآن

(۱۸) اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۰ (سورۃ فاتحہ)

ترجمہ: ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

(۱۹) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۰ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ (پ ۳)

ترجمہ: اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ اور تھامنے والا ہے۔ نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند

(۲۰) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۰ (پ ۷ ع ۱۳) ترجمہ: اور اللہ ہی کے پاس تمام مخفی اشیاء کے خزانے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں۔ اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر اس کو جانتا ہے اور کوئی زمین کے تاریک حصہ میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں

(۲۱) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ط (پ ۷ ع ۱۴)

ترجمہ: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر محافظ بھیجتا ہے۔

خلاصہ

ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے بکلی منزّہ ہے۔ اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ چھوٹے سے مدد لے جیسے باپ اولاد سے مدد لیتا ہے یا برابر والے سے، جیسے ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے یا بڑے سے۔ جس طرح کمزور آدمی ذلت و مصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زبان سے اقرار کرے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے رفیع و برتر سمجھے

برادرانِ اسلام! خدا کی توحید ایک ایسا مرکز ہے جس سے تمام عقائد اور تمام اعمال اپنی صحیح صورت اختیار کرتے ہیں۔ "توحید" دین و دنیا کی نجات کی کنجی ہے۔ ایمان ہے تو اسی سے اور اسلام ہے تو اسی سے، خدا کی وحدت پر ایمان لانا ایک ایسا رشتہ ہے کہ اگر اس کو پکڑ لیا جائے تو انسان کو دنیا کی تمام مصیبتوں اور عاقبت کی تمام سختیوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اور کسی قسم کا خوف اور غم باقی نہیں رہتا۔

جب وہ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے "ہو جا" بس اُسی ایک اشارے سے وہ چیز ہو جاتی ہے۔ وہ کسی چیز کا بھی محتاج نہیں۔ زمین و آسمان کی سب چیزیں اُسی کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ غیب کی کنجیاں سب اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ نہ اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک ہے نہ اُسے کسی کارساز کی ضرورت ہے کہ مصیبت میں اس کے کام آئے نہ اس کا کوئی شریک اور ساتھی ہے بلکہ زمین و آسمان کی ہر شے اُس کے حکم کی پابند ہے۔ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ کے علم میں تو آسمان و زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا۔ جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو، جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا اور پانچ کی کمیٹی یہ خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ یہ خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم زیادہ کہیں ہوں، کسی حالت میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے ان کے ساتھ ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔

وہ دردمندوں کی فریادیں سنتا ہے اور اسی وقت جواب دیتا ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ اس کو کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں۔

بھائیو! یہ ہے مختصر سا عقیدہ جو قرآن نے خدا کے متعلق بیان کیا ہے۔ اب تم دنیا کے مذہبوں کو چھان مارو، سب کتابیں پڑھ جاؤ ـــ تم دیکھوگے کہ قرآن کے سوا یہ عقیدہ اور کہیں نہیں مل سکتا ـــ جو انسان اپنے دل میں اس عقیدہ کو مضبوط کرلے وہ دنیا میں کس قدر سربلند اور سرفراز ہو جاتے گا۔ دنیا کی کوئی قوت اُسے ڈرا نہیں سکے گی اور وہ ہر وقت اس کو حاصل کرنے کے لئے دلیرانہ بڑھتا چلا جاتے گا۔ جس نے خدا کو ایک مان لیا' بس وہ ساری دنیا سے بے نیاز ہو گیا۔ ایک کا غلام بن کر ساری دنیا کا آقا بن گیا، ایک کا محکوم ہو کر سب کا حاکم ہو گیا۔ ایک کا بندہ بن کر سب کا مالک ہو گیا ؎

ساری دنیا سے ہاتھ دھو کر دیکھو
جو کچھ بھی رہا سہا ہے کھو کر دیکھو
کیا عرض کروں کہ اس میں کیا لذت ہے
ایک مرتبہ تم کسی کے ہو کر دیکھو!

شرک کی برائی

برادرانِ اسلام! یہ تمام غلط عقیدے جو انسان نے خدا کے متعلق قائم کئے اُن کا نتیجہ یہ تھا کہ انسان نے اپنے آپ کو دنیا کی سب چیزوں سے ذلیل اور کمزور سمجھ لیا۔ وہ ہر طاقت والی چیز سے ڈرنے لگا۔ کبھی وہ سانپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا اور کبھی شیر کے سامنے، کوئی سورج کے سامنے سجدہ میں گر جاتا، کوئی دریا کی پوجا کرتا۔ بادل گرجے، بجلی چمکے، مینہ برسے، وہ ان سب کو دیوتا سمجھ کر اُن سے ڈرتا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ انسان نے اپنے جیسے انسان کو خدا سمجھ لیا۔ نمرود اور فرعون نے لوگوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور دنیا کو غلام بنا لیا۔

عقلی حیثیت سے دیکھا جائے تو تمام چیزوں کا پیدا کرنا اور باقی رکھنا

اور ان میں ہر قسم کے تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور نقلی حیثیت سے لحاظ کرو تو تمام انبیاء اللہ اور ادیانِ سماویہ توحید کی صحت اور شرک کے بُطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا ہے کہ آخرت میں مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں۔ اور شرک کا انجام سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کو پوجے اور اس کا شکرگزار و وفادار بندہ بنے۔ اس کے عظمت و جلال کو سمجھے ــــ عاجز و حقیر مخلوق کو اس کا شریک نہ ٹھیرائے۔ اس کو اسی طرح بزرگ و برتر مانے جیسا وہ واقع میں ہے۔ مشرکین نے اس کی عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا اور ملحوظ نہ رکھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا۔ اس کی شانِ رفیع اور بلند مرتبہ کا اجمالی تصور رکھنے والا کیا عاجز و محتاج مخلوق حتیٰ کہ پتھر کی بے جان مورتیوں کو اس کا شریک تجویز کر سکتا ہے؟ حاشا و کلّا۔

اکثر لوگ پیروں کو پیغمبروں کو، اماموں و شہیدوں کو فرشتوں و پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور اُن کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآئی کے لئے ان کی نذرو نیاز کرتے ہیں۔ اور بلا کے ٹالنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اُن کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ غرضیکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان انبیاء، اولیاء سے، اماموں، شہیدوں اور فرشتوں و پریوں سے کر گذرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ؟ سچ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝

اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔

۱۔ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ پ ۱ ع ۳۔

ترجمہ: اب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو مقابل جان بوجھ کر نہ بنا۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ پ ۲۱ ع ۱۱

اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ بے شک شرک بہت بڑا گناہ ہے۔

۲۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۝ پ ۸ ع ۱۵

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۝ پ ۱۷ ع ۲۔

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

۴۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝ پ ۶ ع ۱۴۔

آپ کہہ دیں کیا تم ایسی چیزوں کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو تمہارے نفع اور نقصان کی مالک نہیں ہیں۔

۵۔ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ۝ پ ۵ ع ۳۔

اور تم اس کا کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔

۶۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ پ ۷ ع ۱۹۔

اس کے بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔

۷۔ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ پ ۱۸ ع ۶۔

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم پکارے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ سو اس کا حساب اس کے رب کے نزدیک ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو کامیاب نہیں فرماتا۔

۸۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ

پ ۱۰ ع ۱۱

یہودیوں نے کہا۔ عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ اُن کا قول ان کے منہ سے کہنے کا ہے۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ پ ۲۴ ع ۴

اور البتہ تحقیق تجھ کو اور تجھ سے پہلے لوگوں کو حکم ہو چکا ہے کہ اگر تو نے شریک مان لیا تو تیرے عمل اکارت جائیں گے اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

۹۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ پ ۱۶ ع ۹

(تم نے جو یہ بات کہی تو ایسی سخت حرکت کی ہے) کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اُڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں کہ یہ لوگ خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ۔ (پ ۱۰ ع ۱۰)

بے شک مشرک پلید ہیں۔

۱۰۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

پ ۷ ع ۱۴

بے شک اللہ کے ساتھ جو شخص شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت حرام کر دے گا اور اسی کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۱۱۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ پ ۷ ع ۸

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں

۱۲۔ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ پ ۷ ع ۲

کہہ، کیا میں خدا کے سوا دوست پکڑوں گا۔ وہ جو زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے وہی کھلاتا ہے اور وہ کھلایا نہیں جاتا۔

۱۳- وَجَعَلُوا لِلّٰہِ شُرَکَاءَ الْجِنَّ
وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ
وَبَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ ط سُبْحٰنَهٗ وَ
تَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ٥ پ ۷، ع ۱۸

اور اللہ کے واسطے جنوں کو شریک مقرر کرتے ہیں حالانکہ ان کو پیدا کیا ہے اور اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں مقرر کرتے ہیں اللہ اس چیز سے بلند ہے جو یہ اس کی صفت بیان کرتے ہیں۔

۱۴- قُلْ هَلْ مِنْ شُرَکَائِکُمْ
مَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ط
قُلِ اللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ
فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ٥ پ ۱۱ ع ۹

ترجمہ: کہہ دے کیا تمہارے شریکوں میں سے وہ شخص ہے جو پہلی بار پیدا کرے پھر اس کو لوٹاتے۔ کہہ کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ کرتا ہے پس تم کہاں سے بہکاتے جاتے ہو۔

۱۵- قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ
اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا اُشْرِکَ بِهٖ ط
اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ ٥
پ ۱۳ - ع ۱۱

کہہ دے سوائے اس کے نہیں کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ لاؤں۔ اُسی کی طرف میں پکارتا ہوں اور اُسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔

۱۶- وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ
اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ
یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ
ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا
وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ٥ پ ۱۸ ع ۱۱

اور لوگوں نے اللہ کے سوا اور بہت سے معبود بنائے ہیں جو کچھ چیز نہیں بناتے اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور وہ اپنے حق میں بھلے یا بُرے کے مالک نہیں اور وہ مالک نہیں ہیں مرنے یا جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے۔

شرک کیا ہے؟

شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابل جانے، بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ بندگی کے جو نشان ٹھہرائے ہیں وہ کسی اور کے واسطے کرنا۔ جیسے سجدہ کرنا، اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کی منت ماننی، مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور تصرف کی قدرت اس کے لئے ثابت کرنا۔ سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

جب ہمارا خالق اللہ ہے اور سب کام اُسی کے اختیار میں ہیں۔ سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر پکارنا نہیں چاہئے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر شرک کی شامت سے سب اچھے کام ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کسی کو اللہ کے سوا مالک و مختار نہ سمجھے۔ اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا۔ سو جب یہ بات انسان کے دل میں مضبوط جم جائے پھر جتنے گناہ اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

بقیہ: اعمال کی جزا اور سزا

ذرائع سے حاصل کیا ہوا مال چہرے پر سرخی تو لا سکتا ہے۔ لیکن اس میں مردوں کو زندگی بخشنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ تو خون بننے کے بعد جسم و جان کو سکون سے محروم کر دے گا۔ اس کے ذریعہ جو فاسد مادہ پیدا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے گا۔ حیات میں انتشار پیدا کرے گا۔ اور رسوائی کا موجب بن جائے گا۔ ایسے مال کا خدا کی راہ میں خرچ کرنا کبھی باعث نجات نہیں ہو سکتا۔

نیک اعمال کرنے کے بعد انہیں محفوظ رکھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ یہ اعمال غارت ہو کر رہ جائیں گے۔ تکبر و غرور اور نمود و نمائش کے کیڑے ان اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اور انسان کی تمام کوششیں بے کار ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اعمال کو بار آور کرنے کے لئے اخلاص نیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ بازار میں پھل یا کوئی دوسری چیز خریدنے جاتے ہیں۔ تو اس کو اچھی طرح دیکھتے ہیں کہ اس میں کوئی داغ تو نہیں ہے، گلا سڑا ہوا تو نہیں ہے یا کوئی اور نقص تو نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی عیب ہوگا تو آپ اس کی خرید سے انکار کر دیں گے۔ تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے گلے سڑے اعمال جن کو ریا، نمود و نمائش اور کبر و غرور وغیرہ کے کیڑے کھا کر غارت کر چکے ہو چکے ہوں، اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے تو وہ بغیر کسی جرح و قدح کے خرید لئے جائیں گے اور ان کے صلے میں ابدی راحتیں عطا کر دی جائیں۔ یہ خیال خام ہے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ایک ایک عمل کو دیکھا جائے گا گلے سڑے اعمال پھینک دیئے جائیں گے۔ اور بالکل پاک اور صاف ستھرے اعمال خریدے جائیں گے اور ان کی قیمت ادا کی جائے گی۔ لیکن قیمت کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ وہ ہمارے تصورات کی دنیا سے بھی ورا ہے۔ بعض اعمال ہماری نگاہ میں بڑے حقیر معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن آخرت میں ان کا اجر ملے گا۔ اس کو دیکھ کر انسان بے اختیار پکار اٹھے گا ؎

مجھ سے گنہگار کو کیا کیا عطا کیا
اے ذوق کیا ہی شان ہے پروردگار کی

اللہ تعالیٰ بخشنے پر آئے تو ذرا سی بات پر بخش دے، اور گرفت کرنے پر آئے تو بھی ذرا سی بات پر پکڑ لے۔ اسی سے کوئی سوال ہی نہیں کر سکتا کہ خدایا تو نے ایسا کیوں کیا۔

اعتقادات، عبادات، معاملات، معاشرات، اور جملہ ضروریات دین و دنیا میں شریعت کے اصول کے مطابق عمل کریں۔ طاعات میں رضائے الٰہی کو مدنظر رکھیں۔ صرف عمل کو مقصود سمجھیں، کسی عمل کی قیمت وصول کرنے کے لئے اس کی پسند و ناپسند کو مدنظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق عمل کرتے رہیں قبول کرنا یا نہ کرنا اور اس کا اجر دینا یا نہ دینا اس کی مرضی پر چھوڑ دیں۔ ہمت سے کام لیں، اور زبان حال سے کہتے رہیں ؎

یا بم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۶ر جون ۱۹۶۶ء

مرتب محمد عثمان غنی

سورۃ المائدہ - رکوع ۲ آیت ایک دو پارہ ۶

پچھلے درس میں سورت المائدہ کا پہلا رکوع پڑھا گیا تھا۔ اور کوشش یہی تھی۔ کہ اس کی کچھ آیتیں ہماری سمجھ میں آ جائیں۔ مگر وقت گزر گیا اور ہم ایک آیت کو بھی پورا نہ کر سکے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ میرے بزرگو! اللہ کے کلام میں نہایت ہی جاذبیت، نہایت ہی وسعت اور نہایت ہی تفصیل ہے۔ جتنا بھی اس کو پھیلایا جائے یہ پھیلتا ہے۔ اور پھیلتا بھی نورِ حق کے ساتھ ہے۔

پہلی آیت کے آخیر میں ارشادِ ربانی تھا۔ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ۔ o اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ میں نے اس پہ ضمناً عرض کیا تھا۔ کہ اللہ جو چاہیں حکم دیں۔ اللہ تعالےٰ کے حکموں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حکموں کے خلاف کسی قسم کا غور و فکر کرے۔ اس میں موشگافیاں کرے اس پہ تنقیدیں کرے۔ تنقیحیں کرے۔ اس لئے کہ وہ حاکم ہے۔ وہ سب سے بالا تر ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ o اللہ تعالیٰ۔ جب لفظِ اللہ ذہن میں آ جائے۔ اللہ تعالےٰ جو فیصلہ کرے۔ اللہ جو حکم دیں۔ اب کسی کو جو اللہ نہیں ہے۔ وہ کیسے اللہ کی بات کہہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ حاکم علے الاطلاق، احکم الحاکمین۔ علیم، حکیم، خبیر جو صفات بھی کسی موصوف میں ہو سکتی ہیں۔ سب اللہ میں ہیں۔ صفات حسنہ جو صفات کسی بھی حاکم میں ہو سکتی ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیں۔ اب غیر اللہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کسی قسم کی تنقید کرے۔ اور پھر خصوصاً وہ انسان جس کو خطاب کیا گیا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو تم نے تو اقرار کیا ہے۔ کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں تو پھر تم نے کیسا مانا کہ میری باتوں پر تم نے اعتراض کیا۔

حدیثوں میں ایسے بہت سے واقعات ہیں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہٗ کے متعلق ہے۔ آپ نے ایک شخص کو ایک کام سے روکتے ہوئے ایک حدیث پیش کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تو اس نے اس حدیث پر کچھ اعتراض کیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ابن بریدہؓ فرماتے ہیں "مجھے خدا کی قسم ہے کہ میں جب تک زندہ رہا۔ تیرے ساتھ بات نہیں کرونگا"۔ کیوں بات نہیں کرونگا؟ کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اپنی بات کو ترجیح دینے کی کوشش کی۔ میں تیرے لئے حدیثِ رسول پیش کرتا ہوں اور تو اپنی تنقیدیں بیان کرتا ہے؟ بزرگو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں۔ یہ وہی بات ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قرآن مجید آپ دیکھ لیں۔ قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی o اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی o حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہی بات نکالتے ہیں جو وحی ہوتی ہے اور اس لئے قرآن مجید کے مطابق، احادیث نبویہ کیمطابق بعض ایسے مقامات بھی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات پہلے فرمائی۔ اس کی تصدیق قرآن مجید میں بعد میں نازل ہوئی یعنی جو باتیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نازل فرمانے والا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب نہ بھی دیتے تب بھی ان باتوں کو قرآن لے کر نازل ہوتا۔ لیکن قلبِ منور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا منور ہے۔ کہ تجلیاتِ الٰہیہ اور علوم الٰہیہ اور علوم ربانیہ کی ہر وقت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر بارش ہوتی رہتی ہے۔ اب بھی ہوتی ہے۔ قیامت تک ہوتی رہے گی وہ سینہ کبھی غافل نہیں ہوتا۔ ذکرِ حق سے اور اللہ تعالےٰ کی تجلیات ربانیہ سے۔ تو اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے متعلق قرآن نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ (پہلے پارہ میں آتا ہے)

قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط قرآن کس پر نازل ہوا؟ قلب محمد رسول اللہ پر قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں پر نہیں ہوا۔ قرآن کا علم سمعی بصری نہیں ہے کہ ہم کتابیں دیکھ لیں ڈکشنریاں دیکھ لیں تو ہم مفسر بن جائیں گے۔ میرے بزرگو! قرآن کبھی نہیں آتا۔ جب تک سینہ صاف نہ ہو اللہ تعالےٰ کی دشمنی سے، جب تک کہ سینے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجزن نہ ہو۔ اس وقت تک قرآن کبھی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ مضمون لکھ دینا، رسالے لکھ دینا اور بات ہے۔ لیکن قرآنی معارف اور نکات کو سمجھنا اللہ کی مرضی کو پا لینا، یہ اور بات ہے۔ آپ جانتے ہیں آپ میں سے اکثر لکھے پڑھے دوست ہیں کہ ہمارے ملک میں ایک بہت بڑے (اپنے گمان میں) مصلح (جنہوں نے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں) سر سید احمد خاں علی گڑھی گزرے ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی جو تفسیر لکھی ہے۔ انہی کے زمانے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جو سیکرٹری تھے نواب محسن الملک مرحوم، ان کے خطوط چھپے ہوئے موجود ہیں۔ آپ پڑھ لیں۔ نواب محسن الملک مرحوم نے بڑے پیارے طریقے پہ سر سید مرحوم کو سمجھایا۔ اور ایک جگہ لکھا ہے کہ "آپ کی تفسیر ساری کی ساری ایسی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کچھ اور فرمانا چاہتے ہیں اور آپ کچھ اور کہہ رہے ہیں۔ تَاْوِیْلُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی قَائِلُہٗ یہ الفاظ ہیں۔ نواب محسن الملک کے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ وہ علوم جن کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ وہ علوم جن کا تعلق احادیث نبویہ کے ساتھ ہے میرے بزرگو! جب تک کہ وہ انسان کے ذہن میں نہ آئیں۔ اس وقت تک قرآن کو نہیں سمجھ سکتا کیوں؟ کہ قرآن مجید کا نزول ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پہ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی یوں بھی ہوا۔ کہ سائل نے کچھ سوال کیا اور آپؐ نے جواب میں جو کچھ فرما دیا۔ بالکل بعینہٖ وہی الفاظ قرآن میں بھی نازل ہو گئے۔ بلکہ بعض جگہ حضرت عمرؓ کے متعلق بھی آتا ہے کہ ان کی رائے پہ قرآن نازل ہوا۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رائے دی اور قرآن نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے نہیں! قرآن تو دیسے بھی نازل ہونے والا تھا لیکن قلبِ عمرؓ چونکہ اتنا صاف ہے۔ جس کے متعلق نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ ط اگر میرے بعد کسی نے نبی ہونا ہوتا تو وہ نبی عمر ہوتے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ سینۂ عمرؓ ایسا مجلّٰی اور مصفّٰی ہے کہ وہ جو بات منہ سے نکالتے ہیں۔ وہ وہی بات ہوتی ہے۔ جو رب العالمین کو پسند ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس کے متعلق پہلے فیصلہ کر چکے ہوتے ہیں۔

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ایک سائل نے، عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک سائل آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا اس نے، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ ذَنْبٍ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ ط اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ عجیب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو سمجھ اور فہم عطا کیا تھا۔ میرے دوستو! ساری حدیثوں کے ذخیرے کو دیکھ لیں۔ کسی صحابی نے امام الانبیاء صلعم سے یہ نہیں پوچھا کہ حضورؐ روزگار نہیں ہے کسی طرح روزگار ہو جائے۔ حضورؐ پیسے کسی طرح جمع ہو جائیں۔ بلکہ جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے میرا ناقص علم جہاں تک ہے (علم کیا ہے یہ تو سب بزرگوں کی دعائیں ہیں اکابر کی توجہات کا اثر ہے) جہاں تک میں نے کچھ تھوڑا سا دیکھا ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ کسی صحابی نے امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی اور درخواست کبھی نہیں کی۔ کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جس کا تعلق دنیاوی زندگی کے ساتھ ہو۔ کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ حضورؐ دعا فرما دیں اللہ مجھے بیٹا دے۔ یا حضورؐ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے دوکان دے۔ یا حضور دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے ملازمت دیں۔ آخر وہ بھی تو انسان تھے۔ دنیاوی ضروریات کے محتاج تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ ساری ضرورتیں ویسے بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ حضورؐ سے وہ بات پوچھیں جو اصل پوچھنے کی بات ہے تو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ وہ باتیں پوچھیں جن سے قیامت بہتر ہوتی ہے۔

ایک آدمی نے آکر پوچھا اَیُّ ذَنْبٍ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ ط اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم کون سا ہے؟ امام الانبیاءؐ فرماتے ہیں۔ اَنْ تَدْعُوْ لِلّٰہِ نِدًّا وَّ ھُوَ خَلَقَکَ ط سب سے بڑا جرم سب سے بڑا پاپ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کرے۔ حالانکہ تیرا خالق اللہ ہے۔ (بڑا اونچا جواب ہے) تیرا خالق اللہ ہے۔ حالانکہ اور نعمتیں بھی تو اللہ نے دی ہیں۔ بھائی روٹی اللہ دیتا ہے۔ صحت اللہ دیتا ہے روزگار اللہ دیتا ہے۔ بیوی بچے اللہ دیتا ہے۔ موحّد کا تو یہ عقیدہ ہے کہ سب کچھ اللہ دیتا ہے۔ لیکن امام الانبیاءؐ نے پہلی نعمت کو بیان کیا۔ جو سب نعمتوں کی بنیاد ہے۔ دیکھئے آج ہم سب پر، مجھ پر، آپ پر، اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ خصوصاً میں تو سمجھتا ہوں جتنے میرے اعمال غلط ہیں۔ جتنے میرے اعمال خراب ہیں۔ اس تناسب کے لحاظ سے اتنی اللہ کی رحمت بے کراں ہے۔ لیکن یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ نے کیوں دیں

اگر میں پیدا نہ ہوتا۔ آپ پیدا ہی نہ ہوتے۔ تو رحمتیں کہاں سے ملتیں۔ نعمتیں کہاں سے آتیں۔ تو معلوم ہوا (خَلَقَ) پیدا کرنا، سب سے پہلی اللہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اسی کو قرآن مجید نے پہلی آیت میں فرمایا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ط سب سے پہلی نعمت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر کیا ہے؟ عدم سے وجود میں لانا۔

تو فرمایا سب سے بڑا جرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے۔ اَنْ تَدْعُوْ نِدًّا وَّ ھُوَ خَلَقَکَ ط حالانکہ اللہ ہی تیرا خالق ہے تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے یہ سب سے بڑا جرم ہے اس نے پھر پوچھا اے اللہ کے نبیؐ ثُمَّ اَیٌّ اس کے بعد اور کون سا جرم ہے؟ امام الانبیاءؐ فرماتے ہیں۔ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ خَشْیَۃَ اَنْ یُّطْعِمَ مَعَکَ ط (یہ حدیث کے الفاظ ہیں) فرمایا کہ دوسرا بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنی اولاد کو قتل کر دے۔ اس ڈر کے مارے کہ تیرے ساتھ روٹی کھائے گا۔ اس ڈر کے مارے تو اپنے بچے بچی کو قتل کرے کہ یہ بڑا ہوگا یا پیدا ہوگا تو میرے ساتھ روٹی تقسیم کرلے گا۔ تو رب بنتا ہے؟ وہ بھی شرک ہوا (اللہ ہم سب کو بچائے اس طرح کے غلط عقیدے سے) خالق جب اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے تو رب بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اللہ ہی رب اللعالمین ہے۔ مسلمان کو تو یہ سکھایا گیا ہے کہ جب تو نماز پڑھے تو سب سے پہلے اقرار کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (اور رب کے مسئلے پر الحمد للہ جو درس قرآن چھپ چکا ہے۔ اس میں میں نے پوری بحث کی ہے اپنے ناقص علم کے مطابق)

وہ پھر پوچھتا ہے ثُمَّ اَیٌّ حضور اس کے بعد اور کون سا گناہ ہے؟ فرمایا! اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَۃَ جَارِکَ ط تیسرا بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ منہ کالا کرے۔ جارٌ کہتے ہیں پڑوسی کو۔ جارٌ کہتے ہیں پناہ لینے والے کو۔ ایک آدمی نے تیرے پڑوس میں پناہ لی۔ اس نے یہ سوچا ہوگا۔ کہ میں نے فلاں آدمی کے پڑوس میں رہتا ہوں۔ بڑا شریف ہے۔ بھلا مانس ہے۔ بڑا نیک ہے اور تو اس کی عصمت پر ہاتھ ڈالے تجھ جیسا برا انسان کون ہے۔ حضور صلی اللہ وسلم جب یہ جواب دے چکے تو جبریل امینؑ قرآن مجید کی سورت فرقان کی یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ جہاں پر آتا ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ۝ آگے چل کر فرمایا وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۝ ج دیکھئے امام الانبیاءؐ نے جواب کیا فرمایا تھا۔ بڑے گناہ کون سے ہیں؟ (۱) شرک کرنا۔ ۲۔ دوسرے نمبر پر بڑا گناہ کون سا ہے اپنی اولاد کو قتل کرنا بھوک کے ڈر سے (۳) تیسرا بڑا گناہ کونسا ہے زنا کرنا۔ قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی تو تینوں کو ترتیب وار بیان کیا۔

تو میں عرض کر رہا تھا۔ آپ خدمت میں کہ قلب محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے وہی بات نکلتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اور اللہ جو فیصلہ کرے اس میں حکمت ہے ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اللہ بڑی حکمت والا ہے۔ اللہ سے بڑھ کر کسی کی حکمت کسی کا فہم یا (ہماری بولی میں) کسی قسم کی مصلحتیں کام نہیں کر سکتیں۔ اللہ کا حکم مصلحتوں سے بالاتر ہے۔ (صرف میں اپنے سمجھنے کے لئے عرض کر رہا ہوں۔)

تو یہاں بھی فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ اللہ حکم دیتا ہے جو چاہے۔ اللہ کسی کو پوچھتا نہیں۔ کہ تیری مرضی کیا ہے۔ وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا ۝ (کہف) وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ (الحدیث) اللہ کا کوئی وزیر نہیں۔ کہ کسی سے پوچھے کہ میں یہ حکم دیتا ہوں اور پھر حکم دیتا ہے۔ تو وہ ویسا حکم نہیں ہوتا۔ اس میں مخلوقات کے لئے بہت بڑی خوبی ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ اللہ فیصلہ کرتا ہے۔ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ —— مرتبہ: محمد مقبول عالم بی۔ اے۔ لاہور

"نہیں چلتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں"

یکم دسمبر ۱۹۴۹ء: جمعرات

قبض و بسط

ع۔ قربِ شاہاں آتشِ سوزاں بود

بادشاہ نازک مزاج ہوتے ہیں، جھٹ خوش ہو جاتے ہیں اور جھٹ ناراض ہو جاتے ہیں۔ ذرا سی خلاف مزاج حرکت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ کا قرب بھی ایسے ہی ہے جب ذکر کیا جاتا ہے تو طبیعت میں لطافت اور نزاکت پیدا ہوتی ہے۔ پھر ذرا سا مشتبہ لقمہ بھی اندر چلا جائے تو لذتِ ذکر سلب ہو جاتی ہے۔ اور قبض طاری ہو جاتی ہے۔ یہ اثر فوراً آتا ہے۔ "اے زیرکیٔ طبع تو برمن بلا شدی" والا حال ہو جاتا ہے۔ جس طرح طبیعت نازک مزاج ہو، بے حد حساس ہو تو ذرا سی بھی خلافِ مزاج کوئی بات ہو تو تکدر آتا ہے۔ دل کڑھتا ہے۔ کودن مزاج ہوتے تو اثر بھی نہ ہوتا۔ جیسے ناک صحیح ہو، کہیں گندگی کا ڈھیر دیکھا، بُو آئی، تو دماغ میں تکدر آگیا۔ آگے سڑا ہوا کتا دیکھا، اس کی بدبو آئی، دماغ اور خراب ہو گیا۔ اگر ناک بند ہوتی تو بُو ہی نہ آتی۔ اسی طرح ذاکر کی طبیعت پر اثرات آتے ہیں۔ حرام و مشتبہ کہیں سے کھا لیا۔ فوراً اثر ہوا لذت سلب ہو گئی۔ اگرچہ یہ ایک مصیبت ہے لیکن یہ مصیبت رحمت ہے کہ آدمی حرام و مشتبہ سے بچنے لگ جاتا ہے۔ جس کے ہاں سے کھانا کھایا اور طبیعت میں قبض آئی۔ آئندہ اس کے گھر سے کبھی نہیں کھائیں گے۔ وہ زردے پلاؤ اُسے اچھے نہیں لگیں گے۔ دیوبند میں ایک بزرگ تھے۔ وہ جب کبھی ایسا حرام یا مشتبہ کھانا کھا لیتے تو انہیں فوراً قے آ جاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بڑی بڑی احتیاط سے چیزیں مہیا کر کے دعوت کی کھانا کھایا تو قے آ گئی۔ بڑے حیران ہوئے۔ پتہ لگا کہ جس بھینس کا دودھ آیا اُس نے دوسری بھینس کے چارے میں منہ مارا تھا یہ اثر اس کا ہے۔

جس طرح کھانوں کا اثر ہے اسی طرح اشخاص کا بھی اثر آتا ہے۔ بعض لوگ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہوتے ہیں جن کو دیکھنے سے خدا بھول جاتا ہے، شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور حرام کی طرف خیالات اٹھتے ہیں۔ کسی خوبصورت بے حیا عورت کو دیکھا طبیعت میں بُرے خیالات پیدا ہو گئے۔ ایک شخص ہیں انہوں نے بیان کیا کہ اللہ کے ذکر کی برکت سے میرے دل میں چراغ روشن تھا۔ سنہری مسجد کے قریب ایک ہندو خوبصورت دوشیزہ لڑکی کو دیکھا اور بُرا خیال آیا اور وہ چراغ بجھ گیا۔ آج تک پھر نہیں جلا۔ اللہ اتنا نازک مزاج محبوب ہے کہ وہ اپنے ساتھ غیر کے خیال کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ ہم سے بھی اور غیروں سے بھی یاری؟

اسی طرح بے دینوں کی یاری سے بھی اثراتِ بد آتے ہیں۔ بے دین کی دید ہی سے تکدر آتا ہے۔ جس طرح کھانے اور اشخاص کا اثر ہے اسی طرح مقامات کا اثر ہے۔ بعض مقامات محبوب ہیں۔ وہاں جانے سے طبیعت میں انشراح پیدا ہوتا ہے اور بعض مقامات مبغوض ہیں وہاں قدم دھرنے سے قبض طاری ہوتی ہے۔ جس طرح گوبر میں پاؤں پڑ جائے تو طبیعت میں تکدر آتا ہے اسی طرح وہ مقامات، مکان یا کوٹھیاں کچھ ایسے حرام کے مال سے بنی ہوتی ہیں کہ طبیعت پر فوراً تکدر آتا ہے۔

بادشاہ کتنا بھی نازک مزاج ہو آخر وہ باہر سڑکوں پر چلے گا، گندگیوں پر نظر پڑے گی تو تکدر آئے گا۔ اسے روکا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح جب تک عالمِ ناسوت میں ہیں تکدر آئے گا۔ کبھی قبض ہو گی کبھی بسط۔ قبض کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آتا تھا۔

فرماتے ہیں بعض لوگ وضو اچھا کر کے نہیں آتے اور نماز ہماری خراب کرتے ہیں۔ کسی کی کہنی یا ٹخنہ خشک رہ گیا اور وہ پتہ نہیں کتنی صف میں کھڑا ہے۔ اس کا اثر آپؐ پر پڑ رہا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ میرے دل پر زنگ کا اثر آتا ہے اور اسے استغفار کے پانی سے دھوتا ہوں۔ آپؐ ۷۰ دفعہ بلکہ ۱۰۰ دفعہ استغفار پڑھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ پر بھی قبض طاری ہوتی تھی۔ حنظلہؓ کہتے ہیں نافق حنظلہ، نافق حنظلہ (حنظلہ منافق ہو گیا)۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وجہ پوچھی تو بتایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ سامنے ہے لیکن جب گھربار میں مصروف ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اندر کچھ نہیں محض ظاہرداری ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ ہماری بھی یہی حالت ہے۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ فرمایا۔ جو حالت میرے حضور میں ہوتی ہے وہ بعد میں کیسے رہ سکتی ہے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ پر ایک دفعہ سخت قبض طاری ہو گئی۔ دعا کی تو القا ہوا کہ تو نے ایک دن کھجوریں خریدی تھیں۔ دو کھجوریں نیچے گری ہوئی تھیں۔ تو نے سمجھا کہ میری جھولی سے گری ہیں۔ حقیقت میں وہ دکاندار کی تھیں۔ تو نے وہ کھا لیں اور قبض طاری ہو گئی۔ زہر کو زہر سمجھ کر نہ کھایا جائے تو اثر تو ضرور آئے گا۔

غرض قبض سب پر طاری ہوتی ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے اس سے

(باقی صـ پر)

بچ نہیں سکتے۔ لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ قبض و بسط کی مثال سمندر کے تھپیڑوں کی طرح ہے۔ تھپیڑے لگتے ہیں لیکن ناخدا کشتی کو سیدھا کرتا رہتا ہے اور آگے بڑھاتا رہتا ہے۔ اسی طرح قبض و بسط ہوتا رہے۔ لذت آئے یا نہ آئے جو ذکر کا پروگرام اپنے ذمہ لیا ہے اسے ادا کرتے رہیں۔ اور آگے بڑھتے رہیں۔ چھوڑ نہ دیں چھوڑ دینا بری بات ہے۔

بقیہ: مجلس ذکر

زیادہ آرام دہ ہو اور وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ چیز دنیا اور آخرت میں غلام کے آرام سے بھی زیادہ آرام دے گی۔ سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو ایسا تحفہ دیا جو ساری امت کے لئے نجات کا ذریعہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ اور اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا کہ غور سے سن لو دنیا میں جو فائدہ مجھ سے اٹھانا چاہتے ہو اٹھا لو۔ آخرت میں صرف تمہارے اعمال کام آئیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے گھروں کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھو۔ لوگوں میں ذکر اللہ کرنا باعثِ نجات اور موجب رحمت و برکت ہے۔

آپ حضرات بہت خوش قسمت ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے ذکر کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں۔ ذکر کے لئے آنے کے لئے جتنے قدم چل کر آئیں، جتنا کرایہ خرچ کریں گے، جتنا وقت خرچ کریں گے سب عبادت میں شامل ہوگا۔

اللہ تعالےٰ اس نعمت کو ہمیشہ قائم رکھے۔ اور ذکر و شکر اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

دار المبلغین

امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب مرحوم لکھنوی کے طریق پر مدرسہ عربیہ "دار الھدیٰ" چوکیرہ میں نصف شعبان سے اختتام رمضان تک حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری مہتمم مدرسہ ہذا اہل علم حضرات کو تربیت دیں گے اس نصاب تعلیم شمول کے مشتاق جلد از جلد درخواستیں بنام ناظم بھیج دیں۔ یکم شعبان تک درخواستیں دفتر میں پہنچ جائیں تاکہ انتظام میں آسانی پیدا ہو سکے۔

پتہ

نذیر احمد مخدوم ناظم

مدرسہ عربیہ دار الھدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا

مدرسہ عربیہ تعلیم الدین بھیرہ کا

آٹھواں سالانہ جلسہ

زیر سرپرستی استاذ العلماء والفضلاء شیخ المعقول والمنقول بقیۃ السلف حضرت مولانا ولی اللہ صاحب مؤرخہ ۲۱-۲۲-۲۳ اکتوبر ۱۹۶۶ء مطابق ۷-۶-۸ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار (محلہ انصاریاں دسایق گوسایاں)

اسمائے گرامی علمائے کرام و مشائخ عظام

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ملتان

حضرت العلامہ عبد الستار تونسوی صاحب ملتان

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر گکھڑ منڈی

حضرت علامہ دوست محمد صاحب قریشی۔ ملتان

حضرت مولانا قائم الدین صاحب۔ ملتان

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب لائلپور

حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹ

حضرت مولانا عبد الرشید صاحب، دینہ

حضرت مولانا حافظ عطاء اللہ صاحب لیہ

حضرت مولانا عبد العزیز صاحب بھٹی میانوالی

حضرت مولانا محمد اجمل صاحب لاہور منتوقع

حضرت مولانا قاری عبید الحی صاحب۔ لاہور

اور دیگر علماء شریک اجلاس ہوں گے

الاحقر عبد الرشید خادم مدرسہ عربیہ تعلیم الدین

بھیرہ ضلع سرگودھا

قصور شہر میں تبلیغی جلسہ

مؤرخہ ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء بیرون کوٹ مراد خاں جامع مسجد زیر صدارت حضرت مولانا قاری سید محمد طیب شاہ صاحب ہمدانی مدظلہ امیر جمعیۃ علماء اسلام شہر قصور منعقد ہو رہا ہے جس میں فخر اہلسنت حضرت مولانا الحاج محمد ضیاء القاسمی صاحب مدظلہ خطیب جامع مسجد مہتمم مدرسہ جامعہ قاسمیہ لائل پور شہر وعظ فرمائیں گے

الداعی الی الخیر

ناظم انجمن شبان المسلمین بیرون کوٹ مراد خاں قصور

بچوں کا صفحہ

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کا

اسلام قبول کرنے کا واقعہ

احمد میاں ابن حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دارالعلوم اسلامیہ لاہور

حضرت عمرؓ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ دوم تھے اور ہمارے حضرتؐ کے سُسر بھی تھے آپ بہت بڑے بہادر اور نڈر مسلمان تھے۔ آپ کا نام عمر فاروق بن خطاب تھا۔ آپ کے ایمان لانے کا واقعہ اس طرح ہے:۔

آپؓ ایک دفعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے چلے راستہ میں حضرت نعیمؓ ملے دریافت کیا کہ اے عمرؓ! آج تم بہت غصہ میں نظر آتے ہو کیا بات ہے۔ آپ نے کہا کہ میں آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ کرنے چلا ہوں۔ حضرتؓ نے کہا۔ کہ پہلے اپنے گھر کا حال تو معلوم کرو۔ پوچھا کیا؟ حضرت نعیم نے جواب دیا کہ تمہارا بہنوئی مسلمان ہو چکا ہے تمہاری بہن بھی مسلمان ہو گئی ہے۔

یہ سن کر آپ غصہ میں بھر گئے تلوار اٹھائی اور سیدھے بہن کے گھر آئے در پر پہنچے تو آواز قرآن پڑھنے کی آئی (اس وقت وہ دونوں قرآن پاک کی تلاوت حضرت خبابؓ سے سیکھ رہے تھے۔ جب باہر سے آہٹ سنائی دی تو حضرت خبابؓ چھپ گئے۔ آپؓ اندر تشریف لائے اور پوچھا کیا پڑھتے تھے۔ بہن نے کہا تم کو کیا مطلب؟ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں مسلمان ہو چکے ہو۔ پھر دونوں کو خوب مارا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اتنا مارا کہ دونوں لہو لہان ہو گئے ـــــ بہن نے کہا کہ اے عمرؓ! اگر تم ہمیں مار بھی ڈالو گے یا کتوں سے ہماری بوٹیاں بھی نچوا دو گے پھر بھی ہم اپنے دین حق سے ہرگز نہیں پھریں گے۔ اللہ اللہ کیا شان تھی اس وقت کے مسلمانوں کی، حضرت عمرؓ نے جب یہ جواب سنا تو ان کے دل پر عبرت طاری ہو گئی اسی حالت میں کہنے لگے کہ اچھا وہ آیات مجھے دکھاؤ۔ بہن نے کہا پہلے غسل فرمائیں اور پھر اس کو ہاتھ لگائیں۔ آپؓ نے جب یہ سنا تو اور بھی متحیر ہوئے۔ غسل فرمایا۔ اور قرآن پاک کو ہاتھ میں لیا خدا کی شان کہ اس وقت جو آیات سامنے آئیں وہ یہ تھیں:۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب حکمت والا ہے۔

یہاں تک کہ آپ جب اس آیت پر پہنچے۔ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ "اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ" بے اختیار پکار اٹھے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

یہ پڑھ کر آپؓ حضرتؐ کے مکان پر پہنچے۔ حضرتؐ کے پاس اس وقت حضرت حمزہؓ، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور بہت سے صحابی تشریف فرما تھے آپؓ نے جاکر دستک دی۔ صحابہؓ نے جھانک کر دیکھا کہ عمرؓ تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ آکر حضرتؐ سے عرض کی کہ عمرؓ کھڑے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنے دو۔ اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو خیر، ورنہ اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

کہا حمزہؓ نے جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے
نمونہ اس کو ہم خلقِ محمدؐ کا دکھائیں گے

حضرت عمرؓ اندر تشریف لائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! کیا ہے؟ کس نیت سے آئے ہو؟

ادب سے عرض کیا کہ حضرتؐ! اللہ پر اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بس پھر کیا تھا۔

یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گونجی
فضا میں نعرۂ اللہ اکبر کی صدا گونجی



فاروق اعظمؓ

عبید اللہ شاکر قریشی
کالا باغ

مجلّی ہیں انوارِ فاروقِ اعظمؓ ۔۔۔ مقدّس ہے سرکارِ فاروقِ اعظمؓ
نگوں سر سلاطینِ دنیا وہیں ہوں ۔۔۔ جو دیکھیں وہ دربارِ فاروقِ اعظمؓ
مرض اس کو لاحق نہ ہوگا کوئی بھی ۔۔۔ ہوا دل جو بیمارِ فاروقِ اعظمؓ
فرشتے بھی کہتے ہیں لبیک اس پر ۔۔۔ کہ عالی ہے دربارِ فاروقِ اعظمؓ
تصدّق کروں جان و دل اس خوشی میں ۔۔۔ جو ہو مجھ کو دیدارِ فاروقِ اعظمؓ
مئے عشقِ احمدؐ میں سرشار ہو کر ۔۔۔ لکھے میں نے اشعارِ فاروقِ اعظمؓ

جہنم ٹھکانا سمجھ اس کا شاکرؔ
جو ہوگا گنہ گارِ فاروقِ اعظمؓ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD 9-2-767/9/39 مورخہ ۲۴-اگست ۱۹۶۴ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا